ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۹ - نومبر ۱۹۶۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: بینما نحن فی سفر اذ جاء رجل علی راحلۃ لہ فجعل یصرف بصرہ یمیناً و شمالاً فقال... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لا ظہر لہ ومن کان لہ فضل زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ" فذکر من اصناف المال ما ذکرہ حتی رأینا انہ لا حق لاحد منا فی فضل ــــ (رواہ مسلم)

ترجمہ! حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے، کہ اچانک ایک شخص اپنی سواری پر آیا، تو وہ اپنی نگاہ دائیں اور بائیں گھمانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس ایک سواری سے زائد سواری ہو، وہ اس شخص کو دے دے جس کے پاس کوئی سواری نہیں ہے (اس شخص کی سواری تھک ہوئی تھی، جس پر وہ سفر نہیں کر سکتا تھا)، اور جس شخص کے پاس کھانے کا سامان زیادہ ہو، وہ اس کو دے دے جس کے پاس کھانے کو نہیں ہے اس کے بعد آپ نے مال کے اور اقسام کو گننا شروع کیا حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا، کہ کسی شخص کا ضرورت سے زائد چیز میں کوئی حق نہیں ہے (مسلم)

عن جابر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اراد ان یغزو فقال: یا معشر المہاجرین والانصار، ان من اخوانکم قوما لیس لہم مال ولا عشیرۃ فلیضم احدکم الیہ الرجلین او الثلاثۃ، فما لاحدنا من ظہر یحملہ الا عقبۃ کعقبۃ یعنی احدہم قال، فضممت الی اثنین او ثلاثۃ ما لی الا عقبۃ کعقبۃ... احدہم من جملی، رواہ ابوداؤد

ترجمہ! حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک غزوہ کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین و انصار کی جماعت تمہارے بھائیوں میں ایک ایسی جماعت ہے کہ نہ اس کے پاس مال ہے اور نہ ان کا کوئی قبیلہ، سو تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھ دو یا تین آدمی شامل کرے اس لئے کہ نہیں ہے ہم میں سے کسی کے لئے کسی سواری میں سے جس کو وہ لئے جا رہا ہے مگر نوبت بہ نوبت سوار ہونا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی مدد کرتا ہے جابر رضی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین کو شامل کر لیا میرے لئے نہیں تھا مگر ایک مرتبہ سوار ہونا ان کے ایک آدمی کے سوار ہونے کے برابر میرے اونٹ میں (ابوداؤد)

وعنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخلف فی المسیر فیزجی الضعیف و یردف و یدعو لہ رواہ ابوداؤد باسناد حسن

ترجمہ! حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں پیچھے چلا کرتے تھے تاکہ کمزور سواری کو ہنکائیں اور جو شخص پیادہ پا ہو اس کو اپنی سواری پر سوار کریں اور اور ان کے لئے دعا کریں ابوداؤد نے اسناد حسن کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا استوی علی بعیرہ خارجا الی سفر کبر ثلاثا ثم قال سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون، اللہم انا نسئلک فی سفرنا ہذا البر والتقوی ومن العمل ما ترضی اللہم ہون علینا سفرنا ہذا واطو عنا بعدہ اللہم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاہل اللہم انی اعوذبک من وعثاء السفر وکابۃ المنظر وسوء المنقلب فی المال والاہل والولد واذا رجع قالہن وزادفیہن آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون (رواہ مسلم)

ترجمہ! حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں جانے کے لئے اونٹ پر سوار ہوتے تو پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جس نے فرمانبردار کیا ہمارے لئے اس سواری کو اور ہم کو اس کی طاقت حاصل نہ تھی اور البتہ ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ ہم تجھ سے اپنے سفر میں نیکی اور تقوی کا سوال کرتے ہیں اور اس عمل کا جس سے تو راضی ہو، اے اللہ ہمارے اوپر اس سفر کو آسان فرما اور اس کی درازی کو ہمارے لئے لپیٹ دے اے اللہ تو ہی ہمارا نگہبان ہے اور خبرگیر ہے ہمارے گھر کے آدمیوں کا اے اللہ میں تجھ سے سفر کی مشقت و شدت سے پناہ مانگتا ہوں اور غمگین امور کے پیش آنے سے اور واپسی کی برائی سے اپنے مال اور اہل و عیال میں اور جب آپ سفر سے واپس آتے تب بھی آپ یہی کلمات فرماتے م

م۔ اور یہ الفاظ زائد کرتے ــ ہم پھرنے والے ہیں (سفر سے) سلامتی کے ساتھ توبہ کرنے والے ہیں اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور تعریف کرنے والے ہیں

ہفت روزہ

فون ٦٧٥٤٥

خدام الدین

لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ ۱۱ روپے — ششماہی ٦ روپے

جلد ٩ | ۲۹ نومبر ۱۹٦٣ء بمطابق ۱۲ رجب المرجب ۸٣ھ | شمارہ ۲۹

عراق کا حالیہ انقلاب

قارئین خدام الدین کو یاد ہوگا کہ ہم اپنے ادارتی کالموں میں بار بار اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ عربوں کی غالب اکثریت صدر ناصر کی حامی اور انہیں اپنا لیڈر، نجات دہندہ اور ہیرو خیال کرتی ہے۔ چنانچہ اسی مفروضہ کی بناء پر ہماری شروع سے یہ جچی تلی رائے ہے کہ مشرق وسطیٰ میں کوئی حکومت صدر ناصر کی مخالفت کر کے نہ سکھ کا سانس لے سکتی ہے اور نہ ہی دیر تک قائم رہ سکتی ہے۔ عراق کے حالیہ انقلاب نے بھی ہمارے اس دعوے کی تصدیق کی ہے اور یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے آگئی ہے کہ صدر ناصر مشرق وسطیٰ کی عظیم قوت اور عربوں کے محبوب رہنما ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ صدر ناصر کے مخالف ان کی مذہبی سرگرمیوں کو آڑ بنا کر ان کے خلاف زہر اگلیں، خود ہمیں بھی ان کی زندگی کے مذہبی رخ سے بجا طور پر اختلاف ہے مگر ان کی حب الوطنی عربوں کے کاز ([illegible]) سے وفاداری، ان کی سربلندی و آزادی کے لئے جدوجہد کا جذبہ اور ذاتی دیانت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب ان سے محبت کرتے ہیں اور وہ آہستہ آہستہ عرب عوام و خواص کے دلوں میں گھر کرتے جا رہے ہیں۔

عراق کے موجودہ صدر عبدالسلام عارف جنہوں نے فوج کی امداد سے ملک کی عنانِ اقتدار مکمل طور پر اپنے قبضہ میں کر لی ہے ابھی صدر ناصر کے سرگرم مؤید اور عرب اتحاد کے سلسلے میں ان کے بہت بڑے حامی ہیں۔ اسی لئے عراق میں ان کی کامیابی کو ناصر پسندوں کی فتح سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ بہرحال عراق میں اس وقت صدر ناصر کے حامیوں کی حکومت ہے اور حالات پوری طرح صدر عارف کے کنٹرول میں ہیں۔

جہاں تک صدر کی مخالف بعث پارٹی کا تعلق ہے ملک میں اس کے اثر و رسوخ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اگر چند گھنٹوں کا فرق اٹھے نہ آتا تو وہ صدر عارف کو بھی مسندِ اقتدار سے ہٹا دیتی اور حکومت پر خود قابض ہو جاتی کیونکہ وہ حکومت میں اس قدر با رسوخ ہو چکی تھی کہ صدر عارف صرف برائے نام صدر رہ گئے تھے۔ دوسری طرف پارٹی نے شام کے مردِ آہن اور وزیر اعظم میجر جنرل امین الحفیظ سے بھی ساز باز کر رکھا تھا۔ چنانچہ اسی ساز باز کے نتیجہ میں شامی وزیر اعظم اپنی کابینہ کے دو دیگر وزراء اور بعث پارٹی کے جنرل سیکرٹری مائیکل افلاک کی معیت میں انقلاب کے دن عراق میں موجود تھے اور اسی پاداش میں شام ریڈیو کی تازہ ترین اطلاعات کے مطابق بغداد کے ایک ہسپتال میں نظر بند ہیں۔ غرضیکہ صدر عارف کے مخالفین کی تمام کوششیں ناکام اور ان کی امیدیں خاک میں مل چکی ہیں۔ اور اس طرح بعث پارٹی کے اہتمام سے شام اور عراق کی ملی بھگت کی جو عمارت تعمیر ہوئی تھی مسمار ہو کر رہ گئی ہے مزید برآں یہ تمام واقعات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ اب شام میں کوئی آتش فشاں پھٹنے والا ہے اور وہاں کی بعث سرکار بھی عنقریب کسی انقلاب کا تختۂ مشق بننے والی ہے۔ تاہم عراق و شام کے غیر یقینی حالات کے پیش نظر اس سلسلہ میں کوئی واضح پیشگوئی نہیں کی جا سکتی مگر عراق کے باب میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ صدر عارف مصر سے اپنے تعلقات استوار کرنے کی ہر ممکن سعی عمل میں لائیں گے اور ان کی کوششوں سے عراق میں ناصر پسندوں کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوگا۔ پھر بھی اس بارے میں کوئی قطعی بات محض اس لئے نہیں کہی جا سکتی کہ بعث پارٹی بھی عوام کے ایک طبقہ کی نمائندہ ہے اور ملک میں اس کے مسلح رضاکاروں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے جو کسی وقت بھی موجودہ اقتدار کے لئے دردِ سر کا باعث بن سکتی ہے۔ چنانچہ اسی خدشہ اور موجودہ اقتدار کے بقاء و تحفظ کی خاطر صدر عارف کی حکومت نے رضاکاروں کو غیر مسلح کرنے اور ان کی تنظیم کو کچل دینے کے اقدام سے اپنے کام کا آغاز کیا ہے مزید برآں صدر عارف کا بعث پارٹی کے اعتدال پسند گروپ کو اپنی کابینہ میں شامل کرنا اور گزشتہ وزیر اعظم کو نائب صدر مقرر کرنا اسی حقیقتِ حال کا غماز ہے۔

ہماری رائے میں صدر عارف کا یہ اقدام ان کی فراست و دانشمندی اور موقع شناسی کا کھلا ہوا نشان ہے اور ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے حکیمانہ انداز کے باعث عرب اتحاد کی تحریک کو آگے بڑھانے میں کامیاب ہوں گے۔

٧٨٦

توحیدِ باری

میں کھو کے تری راہ میں سب دولتِ دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لئے ہے

اللہ کے رستے ہی میں موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

محمد علی جوہر

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپکر دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۶۳ء بمطابق ۴ رجب المرجب سنہ ۸۳ھ

تقویٰ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ:- خالد سلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہ

ترجمہ! اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ اور ہر شخص کو چاہیئے۔ کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ اس نے کل کے لئے یعنی آخرت کے لئے کیا عمل کئے ہیں اور دیکھو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ وہ تمہارے سب عملوں سے پوری طرح خبردار ہے

اس تقویٰ کے لئے قرآن و حدیث میں بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے۔ یعنی انسان کی ایسی حالت ہو جائے۔ کہ وہ ہر دم اللہ تعالےٰ کی یاد میں مستغرق رہے۔ اپنے کام دھندے میں حلال طریقے سے وقت صرف کرے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہو۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ساری عادتیں، چوری، ڈکیتی، قتل وغیرہ اسلئے ہیں۔ کہ خوفِ خدا نکل گیا ہے جب انسان کے دل سے خوف خدا نکل جائے۔ تو یہ درندوں سے بھی بڑھ کر ظالم بن جاتا ہے

ہر کام پایۂ تکمیل تک یا شوق سے پہنچتا ہے یا خوف سے طالب علم کو اگر یہ خوف ہو کہ میری ناکامی کی وجہ سے بے عزتی ہوگی۔ اُستاد اور والدین کی نظروں میں ذلیل ہوں گا۔ میرا سال ضائع ہو جائے گا۔ تو اس خوف سے وہ پڑھے گا۔ اور خوب محنت کرے گا۔ یا

اگر کسی کو کسی فن میں کمال حاصل کرنے کا شوق ہو کہ میں سب کی نظروں میں مقبول بن جاؤں۔ میں حسن طریقے سے اس میں کامیاب ہو جاؤں تو یہ شوق اس کو کامیابی تک پہنچا دے گا۔

قرآن کریم نے بھی انسان کو شوق و خوف دونوں کی تعلیم دی ہے۔ جنت اور اس کی نعمتوں کو حاصل کرنے کا شوق اور دوزخ کی آگ سے خوف دونوں ضروری ہیں۔ جس طرح بجلی کی دو تاریں ملنے سے کرنٹ پیدا ہوتا ہے۔ اور روشنی ہوتی ہے۔ اسی طرح شوق اور خوف کی دو تاروں سے زندگی کی گاڑی چلتی رہے گی۔ انسان خوف کی وجہ سے برائی سے بچے گا اور شوق کی وجہ سے نیکی کے کام کرے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ کو انسان کے دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک وہ قطرہ جو اللہ کی خشیت اور خوف سے نکلے۔ اور دوسرا جو جوشِ محبت میں نکلے۔ ایک وہ نشان جو میدان جنگ میں زخم کا لگ جائے اور دوسرا جو نماز پڑھنے سے پیشانی اور ٹخنے میں لگ جائے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے جسم میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی نہیں جہاں زخم کا نشان نہ ہو۔

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ بندے کی سجدے کی حالت پسند ہے اسی لئے سجدہ لغیر اللہ حرام ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالےٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوںؑ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ آپؐ نے آخیر وقت میں اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام اور خلفائے راشدینؓ کے مزارات سجدہ گاہ سے بچے ہوئے ہیں لیکن افسوس ہے! کہ اولیاء کرام کے مزارات پر سجدے ہوتے ہیں لیکن فرض نماز کی بالکل پرواہ نہیں۔

اللہ تعالےٰ سب گم کردہ راہ بھائیوں کو ہدایت عطا فرمائے اور اہل اللہ اور علمائے کرام کو (ما انا علیہ واصحابی) کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

میں تقویٰ کے متعلق عرض کر رہا تھا اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے ڈرو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ اور موت بھی تمہاری اسی حالت میں آئے۔

ہمارا کوئی عمل اللہ تعالےٰ سے پوشیدہ نہیں۔ ہم لوگوں کی نظروں سے چھپ سکتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ سے نہیں چھپ سکتے

ایک اللہ والے کا واقعہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے دو مریدوں کا امتحان لینے کے لئے ان کو ایک ایک مرغی دی کہ اسے ایسی جگہ جاکر ذبح کرو۔ جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک مرغی ذبح کر کے لے آیا۔ اور دوسرا اسی طرح زندہ واپس لے آیا۔ اس سے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا۔ کہ مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی۔ جہاں اللہ تعالےٰ کی ذات نہ دیکھ رہی ہو۔

اللہ تعالےٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ ہمارے ہر حال سے باخبر ہے۔ اس لئے ہمیں کبھی چھپ کر بھی برائی نہیں کرنی چاہیئے۔ پیٹھ پیچھے چغلی کرنی یعنی غیبت کرنی ایسی ہے جیسے دوسرے مسلمان بھائی کا کچا گوشت کھاتا ہے۔

حدیث میں ہے۔ کہ غیبت و چغلی کرنے والے کو جنت کی بو تک نہیں سونگھائی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ہمیں ان برائیوں سے بچائے۔ آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا۔ کہ آپؐ کے بہت سے ارشادات اور ہدایات میں نے سنی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ ساری یاد نہیں رہیں گی۔ کوئی ایسی جامع نصیحت فرمادی جائے جو میرے لئے کافی ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اپنے علم اور واقفیت کی حد تک خدا سے ڈرتے رہو۔ اور تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارو۔ یعنی اگر یہ ہی ایک بات تم نے یاد رکھی اور عمل کیا، تو بس تمہارے لئے کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ جسے خوف ہو گا۔ وہ سویرے چل پڑے گا اور جو سویرے چل پڑے گا۔ وہ منزل پر بروقت پہنچ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ سے زیادہ قریب اور مجھے زیادہ پیارے

خطبہ جمعۃ المبارک ۵ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی ضمانت

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالیٰ

قولہ تعالیٰ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط

ترجمہ! البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

بزرگانِ محترم!

اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کو اپنی یاد کے لئے پیدا فرمایا، اور اس کے لئے نمونہ کامل رحمت دو عالم، نبی آخر الزمان جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے حضور علیہ السلام، اللہ جل شانہٗ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کی مکمل تابعداری کرے۔ آپ کے نقوشِ قدم کو نشانِ منزل سمجھے اور آپ کے اقوال و افعال کو ظاہراً اور باطناً اپنا حال بنائے۔ خود خداوند قدوس عزوجل نے اپنی محبت آپؐ کے اتباع میں محدود کر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ط

(اے نبی کریمؐ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے

مقصد

صاف واضح ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کا طالب ہو اور آپؐ کے اتباع سے گریز کرے کبھی اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں بن سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس سے کبھی راضی ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب و مقبول بندہ فقط وہ بن سکتا ہے جو حضور علیہ السلام کا سچا تابعدار ہو اور آپ کی سنت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے۔

قربِ الٰہی کا معیار

بزرگانِ محترم! یہ بات انسان کو کبھی نہ بھولنی چاہیئے کہ مقصود بالذات فقط اللہ جل شانہٗ کی رضا ہے اور اس کے حصول کے لئے نمونہ یتیم مکہ، تاجدار مدینہ سرور دو عالم، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ جس قدر حضور علیہ السلام کا قرب زیادہ ہوگا اسی قدر قرب الٰہی میں مرتبہ زیادہ ہوگا۔ یاد رکھو! مال و دولت، خاندان و نسب، حسن و وجاہت اور منصب و عہدہ قرب الی اللہ کا مدار نہیں۔ قرب الٰہی کے لئے معیار صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کا اتباع ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں)

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی قرآن عزیز کی مذکورہ آیات کی پوری پوری تائید کرتا ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس آئینہ میں اپنے خد و خال دیکھیں اور اپنا جائزہ لیں۔ ایک دوسری حدیث میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ط

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اس حدیث کو یوں نظم کیا ہے ؎

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا!
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا!

محبت واقعی محبوب کی رہ پر چلاتی ہے

ظاہر ہے کہ جس سے اس قدر محبت ہو کہ وہ دنیا کی ہر شے، مال و اولاد، بیوی، والدین حتیٰ کہ جان سے بھی زیادہ عزیز ہو جائے تو اس کی راہ اور اس کی ہر ہر ادا بھی انسان کو پیاری معلوم ہوگی اور وہ ہر حال میں یقیناً اسی کی راہ پر چلے گا اس کی راہ کے سوا کوئی دوسری راہ اسے اچھی دکھائی نہ دے گی اور اس کی باتوں کے علاوہ کوئی اور بات اسے بھلی نہ معلوم ہوگی۔

پس اے برادران عزیز

صحیح معنوں میں مسلمان وہی ہے جسے صرف رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق پسند ہو، آپ کے ارشاد و فرمودات سے بے حد محبت ہو اور وہ فقط آپ کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہو۔

عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب حدیث

ہمارے اسلاف قرآن کریم کے بعد حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ کا واقعہ ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دے رہے تھے۔ اثنائے درس شاگردوں نے محسوس کیا کہ حضرتؒ کا رنگ بار بار متغیر ہوتا ہے لیکن درس حدیث باقاعدہ جاری ہے۔ حضرتؒ کے

ادب و احترام اور درس حدیث کی عظمت کے پیش نظر کسی شاگرد کو بھی دوران درس حضرت سے اس امر کے متعلق سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ درس کے خاتمہ پر شاگردوں نے عرض کیا "حضرت! آج کیا ماجرا تھا کہ درس دیتے وقت آپ کا رنگ بار بار بدلتا چلا جاتا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ سخت درد و کرب اور بے چینی محسوس کر رہے ہیں؟" حضرت عبداللہ ابن مبارک نے فوراً اپنا کرتہ اٹھا کر دیکھنے کو کہا۔ ایک شاگرد نے کرتہ اٹھایا تو اُسے ایک بچھو نظر پڑا جسے فوراً جسم سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ارباب سیر نے لکھا ہے کہ درس کے دوران بچھو نے حضرت عبداللہ کو سترہ مرتبہ کاٹا مگر آپ نے حدیث یار کے بیان میں فرق نہ آنے دیا اور عشق و محبت اور ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جان کی قیمت پر بھی اُسے بند کرنا گوارا نہ فرمایا۔ آگے یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کی جان محفوظ رہی لیکن بچھو کے کاٹے کی تکلیف اور دردناک اذیت کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں یا بچھو نے کبھی کاٹا ہو یا انہوں نے بچھو کے کسی کاٹے کو لوٹ پوٹ ہوتے اور تڑپتے دیکھا ہو۔

اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں ان نفوس قدسیہ اور شمع رسالت کے پروانوں پر جنہوں نے دردناک اذیتیں اٹھائیں اور جان پر کھیلنا تو پسند کیا مگر اپنے آقا کے ادب و احترام میں کوئی فرق نہ آنے دیا اور حدیث یار کا تکرار کرتے ہوئے دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

حضورؐ کے ادب و احترام کے پیش نظر ہی

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص درود شریف پڑھے یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس سنے تو اسی طرح ادب و احترام سے بیٹھے اور محبت و عقیدت سے درود شریف پڑھے جیسے حضور علیہ السلام سامنے موجود ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام اس وقت وہاں موجود ہوتے ہیں جیسا بعض علم سے عاری لوگوں نے یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے۔

بہر حال

عرض کرنا یہ مقصود ہے کہ مسلمان کو ہر حال میں اور زندگی کے ہر گوشے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم ہے اور وہ آپؐ کے ہی اقوال و افعال کو نشان راہ بنا کر اللہ کی رضا کا تمغہ اور جنت میں داخلہ حاصل کر سکتا ہے۔ حکیم کائنات، فخر موجودات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے لئے جنت میں داخلے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے مختلف اوقات میں کئی نسخے تجویز فرمائے ہیں۔ آج ان سے ایک نسخہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ نسخہ استعمال کرے گا اس کے لئے جنت کا ضامن میں خود ہوں۔ نسخہ مشکوٰۃ شریف کتاب حفظ اللسان میں احمدؒ اور بیہقی کے حوالہ سے درج ہے آپ بھی اسے ملاحظہ فرمائیے، گوش ہوش سے سنیئے، لوح دل پر لکھ کر لے جائیے اور اسے اپنا حال بنا کر جنت میں داخلہ کی سعادت حاصل کیجئے۔ نسخہ یہ ہے:۔

جنت کی ضمانت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِضْمَنُوْا لِيْ سِتًّا اَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ۔

ترجمہ: عبادۃ بن صامتؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی طرف سے چھ باتوں کی ضمانت دے دو میں تمہارے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔ (۱) جب بات کرو سچ بولو (۲) جب وعدہ کرو تو اُسے پورا کرو (۳) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس کے ادا کرنے میں پس و پیش نہ کرو (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ (۵) اپنی نگاہیں نیچی رکھو (۶) اور اپنے ہاتھ کو روکے رکھو۔

ظاہر ہے کہ اگر کوئی مرد مومن اور مسلمان حکیم کائنات، رحمت دو عالم حبیب کبریا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ مذکورہ بالا نسخہ جو راست گفتاری ایفائے عہد، امانت داری، عصمت کی حفاظت پاکیزگی نگاہ اور دست درازی سے پرہیز چھ اجزاء سے مرکب ہے استعمال کرے گا حضور علیہ السلام اس کے لئے جنت کے ضامن ہوں گے پھر اگر غور کیا جائے تو یہ نسخہ موجودہ زندگی میں بھی مسلمانوں کی حیات اجتماعی کی اصلاح کے لئے تیر بہدف اور نعمت بے بہا ثابت ہو سکتا ہے اور اس سے معاشرہ کی پوری فضا پاکیزہ اور خوشگوار ہو سکتی ہے۔

نسخہ کے چھ اجزاء اصلاح معاشرہ کے چھ بنیادی اصول ہیں۔

۱۔ راست گفتاری

معاشرہ کی اصلاح کے لئے معاملات اور لین دین کی صفائی اور گھریلو زندگی کا بدگمانیوں اور باہمی عدم اعتماد سے پاک ہونا انتہائی ضروری ہے اور ان امور یعنی لین دین، معاملات اور گھریلو زندگی کی بہتری کے لئے سچائی اور راست گفتاری کی وہی حیثیت ہے جو جسم کے لئے روح کی حیثیت ہے۔ قرآن عزیز نے اس بارے میں اسی لئے ان الفاظ میں تاکید کی ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور بات ٹھیک یعنی سچی کیا کرو۔ تاکہ وہ تمہارے اعمال کو درست کرے اور تمہارے گناہ معاف کر دے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانا سو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں۔ حقیقت میں اللہ و رسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا مراد کو پہنچ گیا

حاصل

یہ ہے کہ سیدھی اور سچی بات کہنے سے نیک اعمال کی توفیق ہوتی ہے۔ تقصیرات معاف ہوتی ہیں اور انسان اپنی حقیقی کامیابی کو پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر تمام لوگ سچی اور سیدھی بات کہنے والے ہوں تو تمام معاشرے کا کامیابی سے ہمکنار ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱۷)

غازی خدا بخش کیٹھڑ

تیسری قسط

ہمارے مذہبی سیاسی رہنما

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

کوہ قاف کا دامن

باکو اگرچہ کبھی ایران کا ایک صوبہ تھا لیکن اس وقت روسیوں کے قبضے میں تھا۔ گرجستان (جارجیا) کی خوبصورتی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ آیہ ۳ التغابن پارہ ۲۸

ترجمہ:۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا ہے۔ اور تمہاری صورت بنائی۔ پھر تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور اسی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

واقعی صورتیں بنائیں اور اچھی بنائیں سنا کرتے تھے کوہ قاف میں پریاں ہوتی ہیں ہاں بے پر کے پریاں ہیں۔ جو دوست فرانس کی جنگ میں پیرس دیکھ کر آئے تھے کہتے تھے وہاں تو لپ سٹک اور پوڈر سے بناؤ سنگار اور خوبصورتی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اصلی اور حقیقی خوبصورتی تو کوہ قاف کے دامن میں ہے۔

چند برس کی بات ہے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ پیر بخاریؒ اور حضرت شیخ التفسیر پیرو مرشد استاذی المکرم مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ موسم سرما کی دھوپ میں شیرانوالہ مسجد کے صحن ہی میں بیٹھے گفتگو فرما رہے تھے ہم دونوں بھائی ان کی باتیں سن رہے تھے۔ بھائی نے کان میں کہا یہی بزرگ ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں کوہ قاف تک بھیج دیا تھا پیر بخاریؒ نے یہ بات سن لی۔ کڑک کر بولے "سنو بھائی کوہ قاف تو تمہارے جدّ نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ ہزاروں روپے پلے باندھتے تو کوہ قاف نہ پہنچتے۔ یہ تو اللہ میاں نے نہیں ہمت دی تو تم وہاں پہنچے"۔ ہم نے اٰمنّا وصدّقنا کہہ دیا۔ واقعی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ نہ نیکی کمانے کی ہم میں طاقت ہے۔ اور نہ برائی سے بچنے کی ہم میں قوت ہے۔ علی اور عظیم اللہ تعالےٰ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے۔

بہرحال باکو شہر میں ترکی سفیر موجود تھا۔ روسیوں نے ہمیں ترکی سفیر کے حوالے کر دیا۔ کوہ قاف کی سردی اور برف باری کا جوبن شروع ہو گیا تھا۔ سب کپڑے پھٹ چکے تھے۔ رات کو ایک لحاف اور چند کمبلوں میں کئی کئی آدمی سوتے تھے۔ رات کانپتے گزرتی تو دن لحاف سے جوئیں چنتے گزر جاتا۔ اسی طرح چار ماہ گزر گئے۔

؎ شب سمور گزشت و شب تنور گزشت

رات تو گزر ہی جاتی ہے۔ کسی کی سنجاف و سمور کے لحاف میں عیش سے گزر گئی اور کسی غریب کی رات تنور کے ساتھ ٹیک لگائے گزر گئی۔

شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کابل میں

حضرت مولانا احمد علیؒ گفتار و کردار دونوں کے غازی تھے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن حکیم کی سیاست سے جہاں سینکڑوں نہیں ہزاروں پنجابیوں کو انگریز کے خلاف کابل بھیجا۔ وہاں خود بھی انہی دنوں مع اہل و عیال کابل پہنچ گئے لیکن حالات تبدیل ہو گئے۔ اگرچہ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی سعی اور کوشش سے افغان فوجوں نے انگریز فوجوں پر حملہ کر دیا اور امیر امان اللہ افغانستان کے آزاد حکمران بن گئے لیکن صلح کے بعد انگریز کے خلاف کام جاری رکھنا ناممکن کر دیا گیا۔ یہی حالات حضرت شیخ التفسیرؒ کے لئے پیدا ہو گئے۔ ہمارے سردو بزرگ اگر سیاسی کام میں حصہ لئے بغیر آرام کی زندگی خاموشی سے بسر کرنا چاہتے تو وہ افغانستان ہی میں مقیم ہو جاتے۔ لیکن وہ اپنے مقصد کے بغیر زندگی بسر کرنا گوارہ نہیں کر سکتے تھے لہٰذا قرآن کے ذریعہ اسلام کی خدمت کرنا انگریز کے خلاف نفرت پیدا کرنا واپس ہندوستان میں آکر ممکن تھا۔ چنانچہ امام انقلاب مولانا سندھیؒ نے حضرت شیخ التفسیرؒ کو کابل ہی سے واپس کر دیا۔ کہ وہیں جاکر اسلام کی خدمت کریں۔ اپنے ہموطنوں کو قرآن پڑھائیں۔ اس سے اسلام کے دشمن انگریز کی حکومت کمزور ہو گی اور آخر وہ ہندوستان کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔

خود امام انقلاب روس سے ہوتے ہوئے اناطولیہ (ترکی) جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ سائبیریا اور ٹنڈرا کے ترک قیدی جو سالہا سال سے زار روس کی قید میں پڑے ہوئے تھے رہا ہو کر اپنے وطن کو یونانیوں کے مقابلے میں ہمارے سامنے کمپنی کمپنی بنا کر جا رہے تھے۔ ہم گاڑی میں بموں کی پیٹیاں اٹھا کر لادتے تھے لیکن ہماری باری نہ آتی۔

انہی دنوں ہندوستان کا مصطفےٰ صغیر نامی شخص پکڑا گیا جو استنبول (قسطنطنیہ) کی طرف سے اناطولیہ (ترکی) میں داخل ہوا تھا۔ وہ انگریزوں کا جاسوس تھا۔ مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کیلئے بھیجا گیا تھا اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ چنانچہ پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ اس پر ترکوں کو خیال آیا کہ ہم میں بھی کوئی ایسا مجرم نہ ہو چنانچہ عبد الرحمٰن پشاوری کو باکو بھیجا گیا۔ یہ مصطفےٰ کمال پاشا کی طرف سے سفیر کابل بنا کر بھیجا جا رہا تھا۔ اس نے آکر ہمیں سمجھایا کہ تم گرم ملک کے رہنے والے ہو۔ آگے سردی زیادہ ہے۔ تم ہماری مدد کرنا چاہتے ہو تو اپنے ملک جاکر کر سکتے ہو جو ہندوستانی انگریز کی فوج بن کر ہمارے سامنے آتے ہیں انہیں روکو اور روپیہ جمع کر کے ہماری مالی مدد کرو۔ چنانچہ اس مقصد کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قافلوں میں ہمیں واپس کیا جانے لگا۔ جو ترکی کی سرحد پر پہنچ بھی گئے انہیں بھی واپس کر دیا گیا ترک نوجوانوں کی گھٹی میں جہاد کا جذبہ پڑا ہوا تھا جب ان سے پوچھا جاتا کہ زار روس کی قید میں کتنا عرصہ رہے۔ کوئی اون (دس) کوئی اون ایکی (بارہ) سال کا عرصہ بتاتا۔ اس پر بھی سیدھا گھر جانے کی خواہش کسی کو نہ تھی۔ ہر ایک یہ کہتا کہ یونانیوں کے مقابلے میں پہلے جائیں گے۔ ترکوں پر جب یونانیوں نے تابڑ توڑ حملے شروع کئے تو ترک پیچھے ہٹتے گئے جب یونانی اپنے ملک سے نکل کر اناطولیہ میں کافی دور تک گھس گئے تو ترکوں نے حربی چال چلی۔ ایک جگہ ان پر اس طرح پل پڑے کہ ان کی فوجیں ایک دوسرے سے کٹ گئیں۔ پھر جو گھر گئیں انہیں ایسا تہس نہس کیا کہ کوئی واپس نہ لوٹا اور کئی سال کے لئے مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آگیا۔

ترک عورتوں میں بھی مجاہدانہ جذبہ پایا جاتا

تھا۔ ایک دفعہ برف باری میں ایک ترک عورت ایک پہاڑی پر چڑھی جا رہی تھی۔ اس کی دائیں بغل میں کپڑے میں لپٹی ہوئی چیز تھی اور بائیں بغل میں ننگے سر اس کا بچہ تھا۔ ایک ترک سپاہی نے اس سے کہا کہ اس برف باری میں اس بچے کو کیوں نہیں لپیٹا اور یہ دائیں بغل میں کیا چیز ہے جسے کپڑے میں لپیٹا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ بچہ تو بڑا ہو کر قوم کی خدمت کرے گا۔ اس کی بجائے دائیں بغل میں بم ہے جس کی اس وقت ضرورت ہے۔ اسی لئے اسے نمی سے بچانے کے لئے ڈھانپ رکھا ہے اس پہاڑ کی چوٹی سے کافر لیٹانیوں پر اس بم کو پھینکا جائے گا۔ اپنے بچے کی حفاظت سے اس بم کی حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ تھا ترک عورتوں کا جذبۂ جہاد کہ اپنے بچے کو نمونیہ ہونے کا خطرہ ہے لیکن اسے خیال ہے تو بم کا زیادہ خیال ہے۔ کہ وہ کسی طرح دشمن کے مقابلے میں کام آ جائے۔

جہاں ہندوستان میں علماء ربانی انگریز کی سیاست کے خلاف تقریر کر کے انگریزی حکومت کو کمزور کر رہے تھے وہاں انگریز نے ایسے علماء سو کو خرید رکھا تھا جو انگریز کی ہاں میں ہاں ملا کر عوام کو گمراہ کرتے تھے۔ اسی طرح حقیقی پیران عظام جہاں لوگوں کی روحانی تربیت میں مصروف تھے وہاں جعلی پیر بھی اپنے غلط رو مریدوں کو ترکوں کے خلاف اکساتے تھے اور انگریز کی فوج میں انہیں بھرتی کرتے تھے۔ اور ساتھ ہی انہیں تعویذ باندھتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ تمہاری گولی تو دشمن کو لگے گی لیکن ترکوں کی گولی تمہیں نہیں لگے گی۔

واقعی ہر زمانے میں جہاں حزب اللہ صحیح کام کر کے مخلص مسلمانوں کی رہنمائی کرتا تھا وہاں اس کے مقابلے میں حرص و آز کے پھندے میں جکڑا ہوا حزب الشیطان بھی مقابلہ کرتا رہا۔ انگریز زمینوں اور جاگیروں کا لالچ الیسوں کو دیتا رہا۔ الدنیا جیفة و طالبها کلاب اس مردار دنیا کے کتے ہر زمانے میں حق کی مخالفت کرتے رہے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے کابل سے واپس آ کر پھر انگریز کے خلاف درس قرآن شروع کر دیا۔ ایک نماز فجر کے بعد عوام کے لئے جاری کر دیا جس میں عموماً تجارت پیشہ لوگ ہوتے۔ دوسرا درس شام کے بعد ہوتا سکولوں اور کالجوں کے نوجوان طلباء کو قرآن کا ترجمہ اور تفسیر سکھاتے اور وقتاً فوقتاً ان کا امتحان لیتے تھے۔ پرچے بنتے تھے۔ کبھی خود نمبر دیتے اور کبھی پروفیسر نجم الدین رح ان پرچوں کو دیکھتے۔

قرآن کی سورتوں کا موضوع، رکوع کا خلاصہ اس کا ماخذ دریافت فرماتے۔ آیات و الفاظ کا ترجمہ پوچھتے۔ سورت کے نتیجے اور شواہد کے متعلق بھی سوالات ہوتے۔ جہاں یہود و نصاریٰ کے امراض بتاتے وہاں شرک و بدعت سے بھی خوب آگاہ کرتے اور جہالت کے پردوں کو خوب چاک کرتے۔ ہمارا یہ سارا قرآن شام کے بعد تین سال میں ختم کیا آخر میں کچھ عرصہ تقابل مذاہب میں صرف کیا اور اسی طرح درس دینے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ انہی کے طریقے پر ہم درس دیتے اور اپنے طلبہ کے پرچے حضرت شیخ التفسیر کی خدمت میں پیش کرتے

ایک سال ان کے بڑے صاحبزادے مولانا حبیب اللہ تین ماہ کے لئے فارغ التحصیل علماء کرام کی جماعت میں شامل تھے۔ وہ روایت بیان کرتے ہیں کہ تمہارے طلباء کے امتحان کے جوابات کے پرچے علماء کی جماعت میں پیش کرتے ہوئے اباجی نے فرمایا کہ میرے شاگردوں میں ایسے نوجوان بھی ہیں جو کسی عربی مدرسے کے فارغ التحصیل تو نہیں ہیں، لیکن اس محنت سے قرآن حکیم کو سیکھا کہ اب وہ میرے طریق پر درس دینے کے قابل ہو گئے۔

ہم بھی جب تین سال میں قرآن ختم کرتے تو آخری دو سورتوں کا درس حضرت شیخ التفسیر کو ہی بلا کر دلواتے۔ ایک دفعہ انہوں نے اتنی حوصلہ افزائی کی کہ بغیر کسی طلب کے قرآن حکیم کی وہ سند عطا فرمادی جو ہر سال فارغ التحصیل علماء کرام کو تفسیر قرآن کے خاتمے پر امتحان لے کر عنایت فرمایا کرتے تھے۔ ہذا من فضل ربی۔ آخر سمن آباد لاہور سے بلا کر اچھرہ کی اس مسجد میں امام و خطیب بنا کر بٹھا دیا جسے حضرت شیخ التفسیر رح نے آج سے قریباً بیالیس سال قبل خود مٹی گارا اٹھا کر بنوایا اور چار اتوار صبح و شام کے درس میں شریک ہونے والوں کو بھی مزدور کے طور پر لگائے رکھا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خط اس زمانے کے خطوط کی یادگار ہے۔ قارئین کرام اس خط سے اندازہ لگائیں کہ حضرت رح جہاں خود قانع اور بے نفس تھے وہاں وہ اپنے رفقاء اور شاگردوں کو بھی قناعت ہی کا سبق سکھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ عجب، ریا اور کتمان حق جیسے روحانی امراض مہلک سے بچائے۔ آمین (خط آئندہ اشاعت میں دیکھئے)

قرآن حکیم کے درس اول کے بعض رفقاء ابھی تک زندہ ہیں۔ کراچی میں خواجہ عبدالوحید صاحب انگریزی میں پندرہ روزہ اخبار اسلام شائع کر رہے ہیں۔ لاہور میں سید محمد عبداللہ ایم اے، پی ایچ ڈی۔ اورنٹیل کالج کے پرنسپل ہیں۔ جناب ابوالخیر عبداللہ ایم اے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر ہیں۔ مولانا فضل الٰہی عارف ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر وغیرہ موجود ہیں۔

حضرت شیخ التفسیر کی صحبت کی برکت تھی کہ جہاں شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رح، سید انور شاہ رح اور ان کے دیوبندی رفقاء لاہور میں تشریف لا کر انجمن خدام الدین کے سالانہ اجلاس میں تقریر فرمایا کرتے تھے وہاں دین پور شریف کے حضرت پیر غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امروٹ شریف کے مجاہد پیر تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی دفعہ زیارت لاہور میں ہوئی۔

کابل میں جب امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رح نے ہندوستان کے لئے حکومت موقتہ بنائی تو اس میں حضرت شیخ التفسیر رح کے ساتھ ان کے بزرگ حضرت دین پوری رح کا نام نامی بھی لکھا گیا تھا۔ چنانچہ جب ریشمی رومال کی چھٹی انگریز کے ہاتھ آ گئی تو حکومت موقتہ کے تمام ارکان جیلوں میں ڈال دیے گئے۔ جوں جوں انگریز نے ان علماء کرام اور اولیاء عظام پر سختی کی۔ دوں دوں اس کی حکومت کمزور ہوتی گئی اور ان جاہد بزرگوں کا ایثار، توکل اور انگریز کے خلاف جذبۂ جہاد بڑھتا ہی گیا۔

حضرت شیخ التفسیر رح ایک دفعہ جیل خانہ میں بند کر دیے گئے تو انجمن خدام الدین کے ارکان نے ماہوار راشن ان کے گھر بھیجنا شروع کر دیا۔ جب رہا ہو کر آئے تو پوچھا یہ راشن کہاں سے آتا رہا۔ بتایا گیا خدام الدین کے ارکان بھیجتے رہے فرمایا حساب کے ساتھ رقم واپس کر دی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ آج تک تو توکل خدا پر رہا کہ وہ بھیجتا ہے اور بھیجے گا اور کل کو اراکین انجمن پر بھروسہ کر بیٹھیں اور خدا پر توکل نہ رہے۔ سبحان اللہ۔ آخر دم تک اسی توکل پر قائم رہے۔ سوال کبھی کسی سے کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی اتنا دیا کہ گیارہ دفعہ حرمین شریف کی زیارت کے لئے ہوائی جہاز میں سرزمین عرب کو مع اہل و عیال گئے۔

ایک دفعہ واپس تشریف لا کر فرمایا اس بار نو ہزار روپیہ صرف ہوا ہے اور بڑے صاحبزادہ کی مہمانی اس کے علاوہ ہے۔ بڑے صاحبزادے مولانا حبیب اللہ واپس لاہور کیوں نہیں آتے محض اس لئے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر جو انوار و تجلیات وہ دیکھ سکتے ہیں وہ لاہور پر اس شد و مد کے ساتھ کہاں۔ روضۂ رسول صلی اللہ

باقی صفحہ ۱۴

قسط نمبر (۳)

شرح سورۃ الحشر

از امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ غازی خدا بخش و شیخ بشیر احمد بی اے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ط وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ٥ تا ۱۰ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ٥

الحشر کا اصل موضوع

یہ آیات اس سورۃ (الحشر) کا مبحث اصلی ہیں۔ سورہ مجادلہ میں صحیح اصول عقلی اور اخلاق فاضلہ کی بنا پر حزب اللہ کے قیام کی توضیح کی گئی تھی مگر ایسی جماعت اموال و اقتصادیات اشتراک کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی۔ اس صورت میں حزب اللہ کے فنڈ کی تشریح کی گئی ہے۔

یہود جب خارج البلد ہوئے۔ تو وہ تمام اُٹھانے کے قابل چیزیں لے گئے۔ اور اراضی اور چاہات باقی رہ گئے یہ چونکہ لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے تھے۔ اس لئے اِن کو فے کا مال قرار دیا گیا۔ ان آیات ۶ تا ۱۰ میں مالِ فے کی تقسیم کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔

مالِ غنیمت کی تقسیم سورۃ انفال میں کی گئی ہے اور مال فے کی تقسیم اس سورت (الحشر) میں کی گئی ہے۔

فے کی تعریف

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ چونکہ تم نے گھوڑے اور اُونٹ دوڑا کر یہ مال حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے مخالفین کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ (اس رعب میں ان مسلمانوں کا بھی کچھ اثر ہے جو اس وقت جنگ میں شریک نہیں ہیں) اس لئے اس طرح حاصل شدہ مال فقط سپاہیوں کا حق نہیں ہوگا بلکہ سب مسلمانوں کا حق ہوگا۔

فے کی اراضی کس کی ہے؟

اپنے رسولوں کو ہمیشہ اللہ تعالےٰ غالب کرتا ہے۔ وہ اس فتح کا معاوضہ اپنی ذات کے لئے نہیں چاہتے کہ اب یہ زمین ہماری ملکیت ہوگئی۔ بلکہ اب وہ اس حزب اللہ کی ملکیت بن جاتی ہے۔ اس حزب اللہ نے اپنے اپنے تھوڑے تھوڑے صدقات سے مالی اساس قائم کیا تھا۔ (المجادلہ: ۱۲)

اب خدا نے اپنے فضل سے زمین دیدی یہ زمین اس حزب کے ہاتھ میں رہے گی۔ اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ یہ حزب اللہ کی ترقی کی رفتار ہے۔ یعنی پہلے حملہ کرنا جائز ہوگیا۔ اور نیز فتوحات میں سے اجماعی فائدہ پہنچا۔ پہلی فتوحات میں جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تھا وہ سب سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اب وہ اجتماعی حق بن گیا۔

انقلاب کی حقیقت

یہ ہے انقلابی قوت اس کا نام لڑائی نہیں ہے اس کا نام انقلاب ہے۔ لڑائی تو لڑائی کے اصولوں پر لڑی جائے گی اور سپاہیوں کو مالِ غنیمت دیا جائے گا۔ یا تنخواہ دی جائیگی۔ مگر انقلاب میں فقط میدانِ جنگ میں لڑنیوالا حصہ کام نہیں کرتا۔ بلکہ نہ لڑنے والا حصہ بھی کام کرتا ہے۔ مثلاً وہ پروپیگنڈہ کرکے فوجوں کی مدد کرتا ہے۔ یہ جو مخالفین کے دلوں میں رعب پڑا یہ پروپیگنڈہ کرنے والے حصے کی برکت سمجھنی چاہئے۔ اسی کی طرف آیت ۵ میں اشارہ ہے۔ کہ کاٹنا اور نہ کاٹنا دونوں جائز ہیں۔ کیونکہ لڑنے والا حصہ فوجی ضرورت کے پیش نظر درختوں کو کاٹتا ہے۔ اور نہ لڑنیوالا حصہ مستقبل کے استفادے کے پیش نظر نہیں کاٹتا۔

۷ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ط وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ٥

مال فے کے پانچ حصے

مالِ فے کے مندرجہ ذیل پانچ حصے ہونگے۔

لِلّٰہِ: تبرکاً

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زندہ رہیں

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ بحیثیت رسالۃ:-

(۱) (ا) لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ۔

(۲) وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ

(ب) والذین جآءُوْ مِنْۢ بَعْدِھِمْ

(۳) وَالْیَتٰمٰی

(۴) وَالْمَسٰکِیْنِ

(۵) وَابْنِ السَّبِیْلِ

اللہ کا حصہ تبرکاً

لِلّٰہِ: یہ تبرکاً ہے۔ گویا مال فے کسی کا ذاتی اور شخصی حق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں اللہ ہی کا سب کچھ ہے۔ کیونکہ بادشاہی اللہ کی ہے۔ زمین اللہ کی ہے اس لئے ملکیت بھی اللہ کی ہے۔ پس اللہ کے بندوں کو تغلب دکھانے کا کون سا موقع ہے؟

اس کے بعد مال فے کے عملی طور پر پانچ حصے کئے گئے:

رسول اللہ کا حصہ آپ کے بعد کس کا؟

(۱) ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ خاندان نبوی اور ذوالقربیٰ ہیں جو اس حصہ میں سے حصہ پائیں گے سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا جانشین ان کے حصے کا حقدار ہے یا نہیں؟ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ نے اپنے آپ کو اس حصے کا حقدار مقرر نہیں کیا مگر سیدنا حضرت عثمانؓ نے حصے کا مالک قرار دیا۔

ذوی القربیٰ؟

(۲) ذوی القربیٰ: یعنی وہ لوگ جو رسالت میں شریک کار ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ یہ آپؐ کے شخصی رشتہ دار نہیں ہیں

باقی برصفحہ ۱۱

میاں غلام حسین صاحب

صورت اور سیرت

بارگاہِ ایزدی میں مقبولیت کا ذریعہ حُسنِ صورت نہیں حُسنِ سیرت ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ پارہ ۳۰ سورۃ التین

ترجمہ۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا۔ پھر ہم نے اُسے سب سے نیچے پھینک دیا۔ مگر جو ایمان لاتے اور نیک کام کئے تو ان کے لئے بے انتہا بدلہ ہے۔

زمین و آسمان چاند سورج اور ستارے۔ شجر و حجر اور جن و انس سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ انسان ساری کائنات میں سے افضل ترین مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملکوت روحانیہ اور کمالات جسمانیہ کا جو مجموعہ انسان میں ودیعت کیا ہے وہ ساری مخلوق میں سے کسی اور کو نہیں دیا۔ خداوندِ عالم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز اور شان میں پیدا کیا۔ اُسے بہترین سانچے میں ڈھالا۔ تمام ظاہری اور باطنی خوبیاں اس میں جمع کر دیں۔ خالقِ حقیقی نے انسان کی ایک ظاہری ہیئت اور شکل بنائی ہے۔ جس کو صورت کہتے ہیں۔ اس ظاہر صورت میں تناسب اعضا کے لحاظ سے دیکھا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور دوسرے حیوانات کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو قدرتِ حق کا تماشہ نظر آتا ہے۔ انسان کی دوسری ہیئت اور شکل باطنی ہے۔ جس کو سیرت کہتے ہیں۔ سیرت کا رُتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورت سے بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور آدم کے پُتلے میں میں نے اپنی رُوح کو پھونک دیا۔ رُوح کی نسبت اپنی طرف کر دی ہے۔ اور رُوح اللہ کے امر سے ہے۔ اور انسان کا جسم خاکی ہے۔ اس کی نسبت مٹی کی طرف فرمائی ہے۔ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابلِ احترام سیرت انسانی ہے۔ جب تک اسی شکل و ہیئت میں حسن موجود نہ ہو اس وقت تک انسان خوب سیرت نہیں کہلا سکتا خواہ ظاہری طور پر کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو۔

کائنات کی ہر چیز کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ خداوندِ عالم نے کوئی چیز بغیر کسی مقصد کے پیدا نہیں کی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم اپنی جہالت کی وجہ سے اس کی غرض و غایت کو نہ سمجھ سکیں۔ بندہ جس کی تخلیق احسن تقویم پر ہوتی ہے۔ اور جو اپنے مولا کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ وہ بھی آخر کسی مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ انسان کی حفاظت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور وُہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ لیکن انسان صرف اپنی عبودیت کی تکمیل کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ یہ کارخانہ قدرت انسان کی عبودیت کے اعتراف و اظہار کے لئے ہے حیوانات میں تحصیل کمالات کی استعداد نہیں رکھی گئی۔ اس لئے ان کا پست ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ لیکن انسان جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد رکھی تھی اگر اپنے مالکِ حقیقی کی عطا کی ہوئی ظاہری اور باطنی خوبیاں اس کی مشیت کے تابع رکھ کر بروئے کار نہ لاتے تو پھر ارذل ترین مخلوق ہوگا۔ جنھوں نے دُنیا میں آکر اپنے مقصدِ حیات کو مدِّنظر رکھا اور انسانیت کے حقوق ادا کئے۔ اور اپنی سیرت کو مشیتِ ایزدی کے تابع بنا دیا۔ اور کمالات حاصل کئے۔ ان کے لئے اجرِ غیر ممنون کا وعدہ ہے۔ اور وہی اشرف المخلوقات کہلانے کے حقدار ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دِلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ۔

بارگاہِ ایزدی میں مقبولیت کا ذریعہ اچھی صورت نہیں بلکہ اچھی سیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ باطن کی خوبصورتی کو دیکھتے ہیں۔ اور صرف صدق و اخلاص جو عمل کرتے وقت یا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے وقت مدِّنظر رکھا جاتا ہے۔ خداوند عالم کی درگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل کرتا ہے۔ صرف باطن کی صفائی ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے دنیا کی بارگاہوں میں مقبول بننے اور عزت حاصل کرنے کے لئے ظاہری ٹیپ ٹاپ اور عمدہ لباس کی ضرورت ہے۔ لیکن بارگاہِ خداوندی میں مقرب بننے کے لئے باطن کی طہارت کی ضرورت ہے۔ باطنی طہارت ایک قلبی کیفیت ہے۔ جو تعلق باللہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور جس کے بغیر انسانیت کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور نہ وُہ مقصد ہی پورا ہوتا ہے۔ جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ صورت کا حسن و جمال عارضی ہے۔ ایک نہ ایک دن ضرور مٹ جاتے گا۔ دو دن بخار آتے تو سارا حسن مٹ جاتا ہے۔ تمام زیبائی اور رعنائی ختم ہو جاتی ہے اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو بڑھاپا ظاہری جمال کے سارے نقش و نگار کو زائل کر دیتا ہے۔ اگر بڑھاپا نہ بھی آئے تو موت تو کہیں گئی ہی نہیں، وہ تو ساری خوبصورتیاں مٹا کر رکھ دیتی ہے۔ البتہ سیرت پر اُس کا بس نہیں چلتا۔ سیرت دُنیا میں جیسی بھی بنائی جائے موت اُس کو نہیں مٹا سکتی۔ وہ قبر میں حشر میں اور اُس کے بعد بھی قائم رہے گی۔

آج کل کے نوجوان صورت کے بنانے اور سنوارنے میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس چیز کے بنانے کا کیا فائدہ جو بنتی ہی بگڑنے کے لئے ہے۔ بنانا اور سنوارنا اس چیز کا چاہئے۔ جو بن کر بگڑتی نہ ہو۔ صورت فتنہ کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور سیرت عزّ و جاہ کا۔ یوسف علیہ السلام باپ سے جُدا کرکے کنعان کے کوئیں میں ڈالے گئے۔ مصر کے بازار میں کھوٹے داموں فروخت ہوئے۔ زلیخا کے غلام بنے۔ پھر جیل میں قید ہوئے یہ سارے فتنے حسن صورت کا نتیجہ تھے۔ لیکن جس وقت مصر کی سلطنت کا وقت آیا تو سیرت کام آئی۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا تھا۔ اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَسِيْنٌ جَمِيْلٌ بلکہ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ کہا تھا۔ صورت پیش نہیں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی رد و قبول حسن صورت سے نہیں حسن سیرت سے ہوتا ہے

ہر آدمی کا خیال ہے کہ دنیا میں اس کی کامیابی کا دار و مدار ظاہری سجاوٹ پر ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آدمی کی دُنیا اُس کے چہرے کی طرح دکھوں سے صاف ہوتی۔ لیکن دُنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ملے گا۔ جس کو طرح طرح کے دُکھوں نے نہ گھیرا ہوا ہو۔ درد و غم اور سوز و الم انسان کی ماہیت میں داخل ہیں۔ دُنیا دار الحزن ہے۔ یہاں بے فکری اور چین ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم ظاہری ٹیپ ٹاپ کو زیادہ سے زیادہ دلکش بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس پر خلق کی نظر پڑتی ہے۔ اس کو خوب آراستہ کرتے ہیں لیکن جو خُدا کے دیکھنے کی چیز ہے۔ اس کو نجس بنا رکھا ہے۔ ظاہری بناؤ سنگار کی طرف جتنی زیادہ توجہ دیتے ہیں اتنا ہی ہماری انانیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور ہمیں بھول کر بھی یہ کبھی خیال ہی نہیں آتا کہ انسان کی خوبصورتی کا اصلی راز صورت کے بجائے سیرت میں پوشیدہ ہے۔ صورت کا تعلق صرف آدمی کی اپنی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور سیرت کی اچھائی یا بُرائی کا اثر دوسروں تک بھی پہنچتا ہے۔

اِنسان نما درندے

گوشت اور پوست کے ڈھانچے میں تمام انسان مشترک ہیں۔ لیکن انسان کی صورت اور ہے اور حقیقت اور ہے۔ بادام اور شے ہے بادام کا چھلکا اور شے۔ پستہ اور شے ہے۔ پستہ کا پوست اور شے۔ اسی طرح جن لوگوں میں آدمیت نہیں ہے وہ بظاہر تو آدمی ہیں لیکن حقیقت میں آدمی نہیں ہیں صورت اور ہے حقیقت اور ہے۔

انسان جذبات کا پُتلا ہے۔ آدمیت جذبات کے اعتدال سے ظہور میں آتی ہے۔ اگر جذبات میں اعتدال کو نظر انداز کر دیا جائے تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ انسان وحشت اور دہشت کا وہ بازار گرم کرتا ہے کہ درندگی ناچنے لگتی ہے۔ اور انسانیت اپنا سا مُنہ لے کر رہ جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے ڈھانچے میں کوئی درندہ چھپا ہُوا ہے۔ اس وقت درندگی کا پورا مظاہرہ ہوتا ہے۔ نہ خلق کی شرم نہ خدا کا خوف۔

اگر اللہ تعالےٰ کا خوف انسان کے دل میں موجود ہو تو اس سے زیادہ نیک اور افضل مخلوق ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن اگر خوفِ خدا نہ ہو تو اس سے زیادہ ارزل ترین بھی کوئی نہیں۔ شیر خونخوار ہے۔ مگر غیروں کے لئے سانپ زہریلا ہے۔ لیکن دوسروں کے لئے لیکن دُنیا کی اعلیٰ ترین مخلوق خود اپنے ہی ہمجنسوں کا خون بہاتی ہے۔ انسان ظاہر میں تو اشرف المخلوقات دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جس وقت درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کا سب سے خونخوار جانور یہی ہے۔ درندوں کے بھٹ اور سانپوں کے بلوں میں تو راحت مل سکتی ہے لیکن اولاد آدم کی بستیاں راحت و آرام سے خالی ہوگئی ہیں۔ کیونکہ خدا کی زمین پر جو سب سے اعلیٰ تھا وہ سب سے کمتر ہوگیا ہے۔

مادیات میں انسان بڑی ترقی کر رہا ہے۔ ہوا میں چڑیوں کی طرح اُڑتا پھرتا ہے۔ اور پانی میں مچھلی کی طرح تیرتا پھرتا ہے۔ لیکن انسانیت تنزل کے گڑھے میں گرتی جا رہی ہے۔ انسانیت کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ جب تک انسان اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر نہ چلے۔

کسی روزنامہ میں ایک دفعہ یہ رپورٹ چھپی تھی کہ ایک پچیس سالہ گریجویٹ نوجوان اشرف دُرّانی نے مصائبِ زمانہ سے تنگ آکر ۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۲ء کو قصور پورہ لاہور میں خودکشی کرلی۔ مصائب میں کسی نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ خودکشی کے بعد اس کی جیب سے جو خط برآمد ہُوا، اُس کا مضمون یہ ہے:۔

”آہ! گردشِ دوراں نے انسان کا خون کس قدر سفید کر دیا ہے کہ اس کے ہاتھ کسی مجروح کے زخموں پر مرہم رکھنے سے بھی عاری ہو گئے ہیں۔ مسجد کے منبر اور پبلک سٹیج پر جتنے بھی لوگ انسانیت کا درس دیتے ہیں ان کی حقیقت دواؤں کے بازاری اشتہاروں سے زیادہ نہیں ہے یہ ابن الوقت لوگ ہیں اور مطلب پرست دوست اور ہمدرد۔ یہ سب گھن کی کھائی ہوئی پالش کردہ لکڑیاں ہیں۔ جو زندگی کی چھت کے لئے موزوں نہیں ہیں۔ انہیں جلا کر راکھ کر دیا جائے یا اپنے آپ کو ختم کرلیا جائے۔“

انسانیت کی تکمیل

مادیات میں ترقی کرنے سے انسان، انسان نہیں بن سکتا۔ یہ حیوانیت کی ترقی ہے انسانیت کی ترقی نہیں ہے۔ مادیات کے عالم میں ادھیڑ بن کرنا انسانیت کی تکمیل نہیں ہے۔ آج کل کی سائنس کی تمام ایجادات ہوائی جہاز اور ریل وغیرہ کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف انسان کے بدن سے تعلق ہے۔ رُوح سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ انسان وہ ہے جس کا ہر رگ و ریشہ اُنس سے بھرا ہُوا ہو۔ امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر، ادنےٰ ہو یا اعلیٰ ہمدردی کا مادہ نہ ہو تو انسان نہیں کہلا سکتا۔ دُنیا کا بڑے سے بڑا عہدہ بھی انسان حاصل کرلے تو اِنسان نہیں بن سکتا۔ جب تک اُس میں اُنس نہ ہو۔ انسانیت کی تکمیل ظاہری ٹیپ ٹاپ اور عمدہ لباس سے نہیں ہوتی۔ نیک سیرت سے ہوتی ہے۔ اگر سیرت اچھی نہ ہو، تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

انبیاء علیہم السلام انسان کی روحانی تربیت اور تعلق باللہ درست کرنے کے لئے آتے ہیں۔ تعلق باللہ درست ہو جائے تو انسان انسان بن جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے بغیر انسان انسان بن ہی نہیں سکتا۔ خوفِ خدا کا ایک ذرہ بھی انسان میں پیدا ہو جائے تو انسانیت کی ترقی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اگر خوفِ خدا نہ ہو تو انسان سے بڑھ کر موذی جانور ہی کوئی نہیں ہے۔ جو اپنے ہم جنسوں کو ہی شکار کرتا ہے۔ شیر شیر کو اور سُؤر سُؤر کو کبھی شکار نہیں کرتا۔ صرف انسان ہی ایک ایسا جانور ہے جو اپنی جنس کو شکار کرتا اور تباہ کرتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ انسان جن کے دل میں خوفِ خدا ہے۔ خود تکلیف اُٹھاتے ہیں اور دوسروں کو آرام پہنچاتے ہیں۔

ہم زمین پر انسان کی طرح چلنا پھرنا بھولتا جارہا ہے۔ لوہا، پیتل اور تانبا ترقی کرتے جارہے ہیں لیکن

بقیہ شرح سُورۃ الحشر

شخصی رشتہ داروں کو آپ کے حصے میں سے ملے گا۔ پس ذوی القربیٰ سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سٹاف ہے۔ اصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ دار وہ ہے جو آپ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے جتنا وہ اپنے ماں باپ سے کرتا ہے

لا یکون احد منکم مؤمنا حتی اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہ والناس اجمعین (الحدیث)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ اپنوں کا سا معاملہ کریں گے اور ان کی حاجات کی کفالت ذوی القربیٰ کی طرح کریں گے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے خادمہ طلب کی تو فرمایا کہ انصار کے یتیمی کو تم سے زیادہ ضرورت ہے۔

روح الصلوٰۃ

(از کشف المحجوب)

نماز کے لغوی معنی ذکر اور فرمانبرداری کے ہوتے ہیں۔

شرائط۔ نجاست و ناپاکی سے ظاہری طہارت مراد ہے۔ جسم کے علاوہ کپڑے بھی بالکل پاک و صاف ہونے چاہئیں اور حلال کی کمائی سے بنائے گئے ہوں۔ نماز کی جگہ بھی بالکل پاک ہونی چاہیئے۔ پھر قبلہ رو ہونا ضروری ہے۔ حضور حق میں کھڑے ہونے پر نیّت کا خالص ہونا اور ریا سے پاک ہونا۔ بعدازاں تکبیر کہنا۔ قیامِ وصل کے محل ہیں، پھر قرأت آہستگی، حسنِ ترتیب اور عظمت کے ساتھ، اور پھر رکوع سجدہ، خشوع خضوع کے ساتھ، بعدازاں التحیات اجتماع کی صفت سے، اور سلام اتحادِ معنوی اور جذبۂ یگانگت کے ساتھ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ یعنی میری تمام خوشیاں نماز میں ہیں۔ پس اہل استقامت کا مشرب نماز میں یہی ہوتا ہے۔ اور یہ حالت اسی طرح ہے کہ جب آنحضرتؐ کو معراج میں لے گئے اور آپ کو قربت کے محل میں پہنچایا گیا۔ تو آپ کا نفس طرح طرح کی دنیوی قیود سے آزاد ہُوا۔ آپ اس عروج پر پہنچے کہ آپ کا نفس دل کے درجہ پر تھا، دل جان کے درجہ پر، جان سر کے محل میں، اور سر یعنی عقل و خرد عالمِ مادی کے تمام علائق۔

یا بلال! اَرِحنا بالصّلوٰۃ

ترجمہ۔ اے بلال! اذان دے تاکہ ہم نماز سے راحت و اطمینان حاصل کریں۔

ایک شیخ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حاتم اصمؒ سے عرض کیا کہ آپ نماز کس طرح ادا فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ایک وضو ظاہری کرتا ہوں۔ اور ایک باطنی، میرا ظاہری وضو پانی سے ہوتا ہے۔ اور باطنی وضو توبہ سے۔ پھر مسجد میں آتا ہوں۔ اور مسجد حرام کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور مقام ابراہیمی میں دو ابروؤں کے درمیان سجدہ کرتا ہوں۔ اُس وقت بہشت کو میں اپنی داہنی طرف جانتا ہوں اور دوزخ

الصلوٰۃ معراج المومنین قسط ۲

ایم عبدالرحمٰن لدھیانوی شیخوپورہ

کو بائیں طرف، اور اپنے قدموں کو پُلِ صراط پر دیکھتا ہوں۔ میں اُس وقت مشاہدہ ذاتِ حق اور محویّتِ تامہ کو لازمی سمجھتا ہوں اور تکبیر کہتا ہوں تعظیم کے ساتھ، اور قیام کرتا ہوں رعب و احترام کے ساتھ اور قرأت پڑھتا ہوں ہیبت سے اور رکوع کرتا ہوں تواضع سے، اور جلسہ کرتا ہوں عجز و وقار سے، اور سلام پھیرتا ہوں حمد و شکر کے ساتھ۔

نماز ایک ایسا معمول ہے۔ جس میں مُرید ابتدا سے انتہا تک خُدا کا راستہ پاتے ہیں۔ اور ان کے مقامات نماز میں منکشف ہوتے ہیں۔

اَلصّلوٰۃُ مِعراجُ المُؤمِنِین

ہے یہ ارشاد محمد مصطفیٰ صلی علیٰ
ہر نمازی بالیقیں رکھتا ہے سر پر تاجِ حق
دل اگر ہو آئینہ عکسِ رُخِ محبوب کا
ہیں نمازیں مومنوں کے واسطے معراجِ حق
(آزاد شیرازی لائلپور)

نماز کی جامعیّت

(۱) اس میں اللہ تعالےٰ کی تسبیح۔ تحمید اور تکبیر ہے۔
(۲) اس میں اللہ تعالےٰ کے جلالی و جمالی اسمائے حُسنیٰ کا بیان ہے۔
(۳) اس میں توحید کا بار بار اقرار کرایا جاتا ہے۔
(۴) اس میں اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسہ کرنے کی تلقین ہے
(۵) اس میں منزل مقصود تک پہنچانے کی درخواست ہے۔ ہدایت کے لئے دُعا ہے۔
(۶) اس میں انبیائے سابقین اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کی صفت مذکور ہے۔
(۷) اس میں اللہ تعالےٰ کے غضب اور گمراہی میں مبتلا ہونے والوں کا ذکر اور اُن کے عمل سے پناہ مانگی گئی ہے۔
(۸) اس میں درود و سلام بھی موجود ہے۔ جو باعثِ ہزارہ برکات ہے۔
(۹) اس میں دین و دُنیا کی بھلائیوں کے لئے دُعا کی تلقین کی گئی ہے۔
(۱۰) تلاوت قرآن مجید ہوتی ہے۔ جس کا ثواب نماز سے باہر کی تلاوت سے بدرجہا بڑا ہے۔
(۱۱) اس میں درختوں کی طرح کھڑے ہوکر اللہ کے سامنے نیاز مندی کی جاتی ہے۔
(۱۲) اس میں پہاڑوں اور پتھروں کی طرح بیٹھے بیٹھے فرمانبرداری کا نمونہ ہے۔
(۱۳) اس میں رُوح کی تازگی اور جسم کی صفائی ہے۔
(۱۴) اہل محلہ کی یک جہتی اور شورائی طریق کار کی رہنمائی ہے۔
(۱۵) اس میں وقت کی پابندی ہے۔

نماز کی روح پیدا کرنے کے بیان میں

ہر نماز اور ذکر کے لئے ایک رُوح ہے اگر اصلی رُوح نہ ہو تو نماز مُردہ آدمی کی طرح ایک بے جان جسم ہے۔ اور اگر اصلی روح ہو۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر اعمال و آداب نہ ہوں تو نماز اُس آدمی کی طرح ہے۔ جس کی آنکھیں نکلی ہوئی ہوں اور کان و ناک کٹے ہوئے ہوں اور اگر نماز کے اعمال پُورے ہوں۔ لیکن رُوح اور حقیقت نہ ہو تو اس نماز کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی آنکھیں تو ہوں لیکن اس میں بینائی نہ ہو اور کان تو ہوں لیکن سماعت نہ ہو۔ نماز کی اصل رُوح خشوع و خضوع ہے۔ اور اور تمام نماز میں حضوری قلب ہے۔ کیونکہ نماز کا اصلی مقصد دل کا اللہ تعالےٰ کے ساتھ درست رکھنا ہے۔ اَقِمِ الصّلوٰۃ لِذِکری (ترجمہ) میری یاد کے لئے نماز کو پڑھا کرو۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جنہیں سوائے رنج اور درماندگی کے کچھ حاصل نہیں۔ کیونکہ وہ صرف جسم سے نماز پڑھتے ہیں اور اُن کا دل غافل رہتا ہے۔

فَوَیلٌ لِّلمُصَلِّینَ الَّذِینَ ھُم عَن صَلَاتِھِم سَاھُونَ

کیونکہ نماز اُسی قدر لکھی جاتی ہے۔ جتنی حضوری قلب ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز اس طرح ادا کرو کہ جیسے کوئی رخصت کرتا ہے۔ یعنی نماز کی حالت میں اپنے آپ کو اور اپنی خواہشوں کو رخصت کر دے بلکہ تمام ما سوی اللہ کو رخصت کر دے۔ اور پوری طرح اپنے آپ کو نماز میں مشغول کرے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جس نمازی کا دل حاضر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اُس کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ ابراہیمؑ جب نماز ادا کرتے تھے تو اُن کے دل کا جوش دو میل

سے سُنائی دیتا تھا۔ اور آنحضرتؐ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کا دل اس طرح جوش کرتا۔ جیسے پانی سے بھری ہوئی دیگچی آگ پر جوش کھاتی ہے۔

حضرت علیؓ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ اور رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ فرماتے کہ اس امانت کے اُٹھانے کا وقت آگیا ہے جس کو ساتوں آسمان اور زمین نہ اُٹھا سکے۔ جناب سُفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جس کی نماز میں خشوع نہیں ہے اُس کی نماز نہیں ہے۔ جناب حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں حضورِ قلب نہ ہو وہ عذاب سے بہت نزدیک ہے۔

اور معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص نماز میں قصداً یہ دیکھے کہ اس کے دائیں بائیں کون کھڑا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ الغرض کوئی شخص نماز پڑھتا ہے۔ اور صرف تکبیر اولیٰ کے وقت اس کا دل حاضر ہوتا ہے۔ امید ہے کہ ایسے شخص کا حال اس سے بہتر ہو جو بالکل نماز نہیں پڑھتا ہے۔ پس ان تمام باتوں سے معلوم ہو گیا کہ نماز با رُوح وُہی ہے جس میں اوّل سے آخر تک دل حاضر رہے۔

حضوریٔ قلب حاصل کرنے کا علاج

ظاہری وجوہات۔ کسی ایسی جگہ نماز پڑھی جاتے جہاں وہ کچھ دیکھتا یا سُنتا ہے۔ اور دل اُسی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ دل آنکھ اور کان کے تابع ہے پس اس کا علاج یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں آواز نہ سُن سکے۔ اگر کوئی تاریک جگہ ہو تو بہتر ہے۔ آنکھ بند کرلے۔ ابن عمرؓ جب نماز ادا کرتے تھے۔ تو اپنے سے قرآن شریف، تلوار اور دیگر چیزیں جُدا کر لیتے تھے۔

دوسرے باطنی وجوہات ہیں۔ وہ خیالات اور دل کا پراگندہ ہونا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے کام کو ختم کرلے۔ تاکہ دل کو اُس سے فراغت حاصل ہو جائے بعد میں نماز پڑھے۔ قرآن اور تسبیحات جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں ان کے معانی پر غور کرے۔ جو شخص حضورِ دل سے نماز ادا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ نماز سے پہلے اس کا علاج کرلے اور دل کو خالی بنانے اور یہ بات دُنیا کے اشغال کو چھوڑنے سے ہوتی ہے۔ اور بقدرِ حاجت قناعت کرنے پر منحصر ہے۔ پس چاہیے کہ نفل زیادہ پڑھے اور دل کو حاضر رکھے۔

(از کیمیائے سعادت)

نماز

جانِ مذہب۔ رُوحِ ملت، بہرِ وحدت ہے نماز
فرضِ حق ہے، سنتِ فخرِ رسالت ہے نماز
خالقِ دُنیا کی تسبیح و عبادت ہے نماز
مالکِ یومِ قیامت کی اطاعت ہے نماز
ساغرِ صہبائے ایقانِ حقیقت ہے نماز
جُرعۂ میخانۂ عرفانِ وحدت ہے نماز
ایک جذبہ خاتمِ شر، خاتمِ فسق و فجور
ایک قوّت بر خلافِ کبر و نخوت ہے نماز
باعثِ مرگِ نفاق و اختلافِ باہمی
مُوجبِ افزائشِ اُنس و مُحبّت ہے نماز
ایک مرکز بہرِ اجماعِ نثارانِ رسول
ملّتِ اسلامیہ کی مرکزیت ہے نماز
باعثِ آرامِ جاں، وجہ سکونِ زندگی
ایک پاکیزہ متاعِ عیش و عشرت ہے نماز
ہے خیالاتِ پراگندہ کی دُوری کا سبب
موجبِ نزدیکیٔ صدق و صداقت ہے نماز
وقت کا پابند انساں کو بنا دیتی ہے یہ
ایک درسِ مستقل بہرِ قناعت ہے نماز
پنج گانہ ذکرِ حق یہ پنجگانہ اتحاد
شعبۂ تنظیم میں عین سیاست ہے نماز
کوئی مستثنیٰ نہیں ہے اس سے جز اطفالِ خورد
سب پہ عارف فرض از روئے شریعت ہے نماز

عورتوں کا صفحہ

زہد

گلزار خواجہ مسٹرس حاصلپور

بیشک دُنیا کی زندگی آنی جانی ہے۔ اس کی زیب و زینت میں کھو کر نہیں رہنا چاہیے۔ بلکہ زندگی کا ہر لمحہ عمل کے لئے غنیمت جاننا چاہیے۔ آدمی شام کا کام صبح پر نہ ڈالے۔ اور صبح کا کام شام پر نہ ڈالے۔ ہر لمحہ کو اس زندگی کے مستقبل اور آخرت کی تیاری کے لئے صرف کرے اگر اللہ تعالےٰ نے صحت دی ہے۔ تو اُسے بیکار لہو و لعب میں برباد نہ کرے بلکہ تعمیری کاموں میں صرف کرے۔ ایسا نہ ہو کہ کل بیمار پڑ جائے تو سوائے بھیک کے اور کوئی چارہ نہ ہو۔

القصّہ دُنیا کی رعنائیوں اور دلفریبیوں سے بچ کر رہنے کا نام زہد و ورع ہے۔

...

کہ ہم آپ کے لِئے نرم بستر کیوں نہ بنالیں؟ فرمایا میری مثال اس دنیا میں اس سوار کی ہے جو درخت کے سایہ میں کچھ دیر بیٹھا اور پھر اسے چھوڑ کر چل دیا۔

زندگی ہر دم غنیمت ہے اسے کسی صورت میں ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ ہر گھڑی اس تن دہی سے نیک کام میں مصروف رہو گویا یہی زندگی کی آخری گھڑی ہے۔ یہی مضمون حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یوں ادا ہوا ہے کہ جب شام کا وقت ہو تو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح کی گھڑی ہو تو شام پر نہ ٹال اور اپنی صحت کی حالت سے مرض کے وقت کے لِئے زادِ عمل لے اور زندگی کے وقت سے موت کا توشہ حاصل کر۔ اس قول کا مدعا یہ ہے کہ دنیا کی زیب و زینت میں دل لگا کر نیکی کو ملتوی نہ کرو۔ اس موضوع پر ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مزید ارشادات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ کی قسم مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم فقر میں گرفتار ہو گے بلکہ اس بات کا ہے کہ دولت تم پر ایسے نہ چھا جائے

...

۸۔ ابن آدم کے لِئے تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز کا حق نہیں۔ رہنے کے لِئے گھر، ستر کے لِئے لباس، روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔

۹۔ اگر بکریوں میں دو بھوکے بھیڑیئے چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس سے زیادہ بربادی نہیں کریں گے۔ جیسے مال اور دنیوی رتبہ کے لِئے انسان کی حرص اس کے دین کو برباد کرتی ہے۔

۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ کے ترکہ میں نہ درہم و دینار تھے اور لونڈی غلام۔ صرف سواری کا سفید خچر اور اسلحہ تھا اور زمین تھی۔ جو مسافروں کے لِئے صدقہ کر دی تھی۔

آخر میں دست بدستہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سب کو زہد جیسے کارِ خیر کی توفیق دے۔ اور ہر کارِ خیر میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بقیہ ہمارے مذہبی سیاسی رہنما

علیہ وسلم پر مسلمانانِ عالم کے نمائندے پہنچ کر درود و سلام بھیج رہے ہیں اور پھر اللہ جل شانہٗ کی ذات بھی درود بھیج رہی ہے۔ بھلا ایسی

نمازِ کی اہمیّت

مرتبہ :- ابو العتیق محمد اسلم

حضرت مولانا محمد شعیب صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ نے بعد از نماز مغرب جامع مسجد منڈی چوہڑکانہ میں مندرجہ ذیل تقریر ارشاد فرمائی، جو .... قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ وَأْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا ہ (القرآن پ۱۶)

اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کیا کرو (اپنیاں جیاں نوں نماز دا آکھیا کرو) اور خود بھی نماز پر پکے رہو ــــ

حضور سرور کائنات فخر موجودات امام الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنی اولاد کو نماز کی تلقین کیا کرو

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِیْنَ وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَغَیْرُہٗ)

ترجمہ! حضرت عمرؓ ابن شعیب سے روایت ہے، وہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حکم کیا کرو اپنی اولاد کو نماز کے پڑھنے کا جب وہ سات برس کے ہو جائیں، اور مارو تم انہیں اس کی بابت جب وہ دس برس کے ہوں، اور علیحدہ کرو انہیں بستروں سے مقصد یہ ہے کہ جب سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم کرو اگر کہنے پر نہ پڑھیں اور وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مار پیٹ کر نماز پڑھایا کرو۔ اور دس برس کے ہونے پر بہن بھائیوں کے بستر الگ کر دیا کرو۔

دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی کس قدر تاکید فرمائی ہے۔ حالانکہ دس برس کی عمر میں ان پر روزہ رکھنا، حج کرنا، مالدار ہونے کی صورت میں بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں جب تک کہ وہ بلوغت کو نہ پہنچ جائیں۔ نماز بھی اگرچہ بالغ ہونے پر ہی فرض ہے۔ مگر اس کا حکم اس لئے فرمایا کہ انہیں بچپن میں ہی نماز پڑھنے کی عادت پڑ جائے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ نماز کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور پھر با جماعت نماز کا پڑھنا ستائیس گنا زیادہ ثواب حاصل کرنا ہے۔ بلا جماعت نماز پڑھنے سے نماز اگرچہ بلا جماعت بھی ہو جائے گی۔ مگر جماعت کا ثواب نہیں ملے گا۔ کسی بزرگ کے متعلق مذکور ہے کہ اس کی فجر کی نماز جماعت سے قضاء ہو گئی ــ اسے اس پر بے حد افسوس ہوا اور اس نے دو رکعت فرض ستائیس مرتبہ پڑھے تاکہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہو۔ چنانچہ جب وہ ستائیس مرتبہ نماز پڑھ چکا تو اسے غیب سے ایک آواز آئی کہ تمہاری سعی و کوشش کا ثواب تو تمہیں مل جائے گا۔ مگر جماعت کا ثواب نہیں ملے گا۔ خود آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر آخری مرض میں باوجود کافی نقاہت و کمزوری کے حضرت علی رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کے کندھوں پر سہارا لے کر مسجد میں پہنچ کر نماز با جماعت پڑھی ہے۔ ہمارے لئے پانچ نمازیں فرض ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ پڑھا کرتے تھے۔ پانچ یہ جو ہم پڑھتے ہیں چھٹی نمازِ تہجد اور ساتویں اشراق آٹھویں چاشت

مگر ہم میں سے بعض ہیں کہ ان پانچوں کو بھی ذمہ داری سے نہیں پڑھتے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے گھر تشریف لے گئے اندر دیکھا تو ایک رسّے کا پھندا چھت سے نیچے لٹک رہا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس لئے ہے۔ صحابی رضؓ نے عرض کیا۔ کہ میری بیوی رات کو جاگتی ہے اور نماز پڑھتی رہتی ہے۔ جب اس پر نیند غلبہ کرتی ہے تو وہ گلے میں پھندا ڈال لیتی ہے۔ تاکہ نیند نہ آئے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا۔ ولعینک حق ولجسدک حق ــ تیری آنکھ کا بھی حق ہے اور تیرے جسم کا بھی حق ہے۔ تجھے چاہیئے کہ تو انہیں آرام پہنچائے۔ اس لئے باقاعدہ تمام رات جاگنا منع ہے۔ سونا بھی چاہیئے اور نماز بھی پڑھنی چاہیئے۔ مگر اس حدیث سے یہ حقیقت ضرور واضح ہوتی ہے کہ صحابیات کو نماز سے کس قدر شغف تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کی اولاد نیک ہوتی تھی ــــ اگر ماں اور باپ دونوں نیک ہونگے، نمازی ہوں گے تو اولاد بھی انشاء اللہ نیک اور نمازی ہو گی۔ اس آیت میں بھی جو حکم ہے کہ اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کیا کرو۔ تو چاہیئے کہ انہیں نماز پڑھانا۔ ہم اپنا فرض سمجھیں رات کو بچہ کو سلاتے سلاتے اگر بیوی کو نیند آ جائے۔ تو مرد کا حق ہے کہ اُسے بیدار کرے اور نماز پڑھائے۔ اگر بچہ روتا ہو تو اسے خود بہلائے تاکہ وہ نماز پڑھ لے۔ آپ بھی اگر کسی وقت نماز سے قبل سونے لگیں تو بیوی سے یہ کہہ کر سونا چاہیئے کہ اذان ہونے پر مجھے بیدار کر دینا تاکہ نماز سے نہ رہ جاؤں۔ مگر ہم ہیں کہ دنیا کے معاملات میں دن رات مشغول ہیں اور دین کے معاملہ میں بالکل کورے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اور ہماری اولاد کو نماز پر پابند رہنے کی توفیق بخشے۔ اور ہماری اولادوں کو نیک بنائے آمین یا الہ العالمین ــــ

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔ اگر حوالہ نہ دیا گیا تو جواب کی امید نہ رکھیں (انچارج خریداران رسالہ خدام الدین (شیخ عبدالحمید)

حسین بن علی رضی اللہ عنہ

(از جناب عبدالرشید خاں صاحب قمر افغانی) مرحوم

اے حسین بن علی دہر پہ چھانے والے!
عظمت فاطمۂ زہرا کے بڑھانے والے
سایۂ تیغ میں سر اپنا اٹھانے والے
خنجر و تیغ کا پھل شوق سے کھانے والے
آفریں تجھ پہ ہیں پیر کے گھرانے والے

حق پرستی کا ہر انداز دکھانے والے
رسم باطل کو زمانے سے مٹانے والے
بجلیاں لطف تبسم سے گرانے والے
موت کو اپنے تبسم سے ہنسانے والے
شمع کردار کو کوفے میں جلانے والے

قوم کے واسطے خون اپنا بہانے والے
اپنی گردن کو رہِ حق میں کٹانے والے
یہ دعا کرتے ہیں اب تک بھی زمانے والے
چین پائیں نہ کبھی تیرے ستانے والے
حشر تک روتے رہیں تجھکو رلانے والے

آگ باطل کی امیدوں میں لگا دی تو نے
تھی عمارت جو ستم گاری کی ڈھا دی تو نے
خاک میں ظلم کی ہر شان ملا دی تو نے
شانِ تسلیم و رضا خوب دکھا دی تو نے
آگئے حر کی طرح راہ پہ آنے والے

کتنے خط لکھے گئے تیرے بلانے کے لئے
تشنہ لب رکھا گیا خون بہانے کے لئے
ایک دل تیرا تھا سو رنج اٹھانے کے لئے
تیری تمثیل ہی کافی ہے زمانے کے لئے
مشعل راہ ہدایت کے دکھانے والے

تن تنہا لڑا میدان میں صدمات سہے
تا دم قتل نہ دل سوختہ الفاظ کہے
نہ کبھی آنکھ سے گھبرا کے ترے اشک بہے
نام دشمن ترا اب تک ہے مگر وہ نہ رہے
نیست و نابود ہوئے تیرے مٹانے والے

تیرا ایثار جو شرمندۂ ماتم نہ ہوا
سازِ قربانی کا آواز میں مدھم نہ ہوا
لاشے بیٹوں کے تڑپتے رہے اور غم نہ ہوا
دیدۂ دل رہا غم ناک مگر نم نہ ہوا
مرحبا صبر کے انداز دکھانے والے

کامزن تھا رہِ حمزہؓ پہ حقیقت یہ تھی
دشمنی پر تھے تلے دوست قیامت یہ تھی
وقت آخر بھی تری شان جلالت یہ تھی
کانپ اٹھتے تھے جری دیکھ کے صورت یہ تھی
بادشاہت کے تہِ تیغ کو مٹانے والے

اللہ اللہ دم قتل عبادت تیری
فخر کرتی ہے شہادت پہ شہادت تیری
زخم تھے تن پہ پیاسی یہ تھی ہمت تیری
نہ ہوئی موت سے پسپا کبھی جرأت تیری
مٹ گئے برق ستم تجھ پہ گرانے والے

اپنے دشمن کو نہ رکھا کسی قابل تو نے
ٹکڑے ٹکڑے کیا حق سے سر باطل تو نے
رنگ خوں دے کے رنگی دین کی محفل تو نے
جوہر صبر سے کی بات یہ حاصل تو نے
مل گئے خاک میں سب ظلم کے ڈھانے والے

تیری قربانی پہ قربان ہے کوفے کی زمین
ناروا لاکھ سہے ظلم جھکائی نہ جبیں!
رہبر اسلام کا کہتے ہیں تجھے اہل یقیں
کیوں نہ آغوش میں لیتی تجھے فردوس بریں
فرش کو روکش فردوس بنانے والے

اے محبوبِ خدا، ذات گرامی تیری!
بالیقیں درج ہے فردوس مقامی تیری
کرتے ہیں جن و ملک آ کے غلامی تیری
کیوں نہ اشعارِ قمر میں ہو سلامی تیری
خون سے محفل اسلام سجانے والے

بقیہ: مجلس ذکر صفحہ ۴ سے آگے

لوگ وہ ہیں۔ جو تقویٰ میں زیادہ ہیں۔ خواہ وہ کسی قوم، نسل سے ہوں — اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں، تقویٰ یعنی خوف خدا اور آخرت کا فکر ساری نیکیوں کی جڑ ہے۔ جس شخص میں جتنا تقویٰ ہوگا۔ اس میں اتنی ہی نیکیاں جمع ہوں گی اور اتنا ہی وہ بُرے کاموں اور بُری باتوں سے بچے گا۔

صرف سن لینا کافی نہیں۔ بلکہ عمل کرنا اصل کام ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ خوفِ خدا سب برائیوں کو ختم کرنے کی جڑ ہے۔ اگر یہ تقویٰ اور خوف خدا نہیں تو پھر گھی میں بھی ملاوٹ ہے۔ دودھ میں بھی پانی ہے۔ دوسروں پر ظلم و زیادتی ہے —

ایک شخص جو حضرتؒ کا درس قرآن سنا کرتا تھا۔ کسی گھی کی دکان پر ملازم تھا اس نے جب یہ دیکھا۔ کہ مالک دکان صبح کو قسمیں کھاتا ہے۔ کہ گھی خالص ہے اور رات کو دھوکہ بازی اور بے ایمانی کرتا ہے۔ تو اس نے ملازمت ہی چھوڑ دی۔ اگر خوفِ خدا ہے۔ سودی کاروبار، رشوت شراب، سینما بازی اور سب برائیوں سے بچ سکتا ہے۔

محترم حضرات! اپنے دل میں خوف خدا پیدا کریں، اگر خوفِ خدا آگیا۔ تو سب حقوق پورے پورے ادا ہو نگے۔ کسی پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی۔ اس کے لئے کثرت سے ذکر اللہ کریں۔ اپنے گناہوں کی اللہ تعالےٰ سے معافی مانگیں۔ اور آئندہ گناہوں سے بچے رہیں۔ اللہ تعالےٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطبۂ جمعۃ المبارک صلے سے آگے

راست گفتاری اور سچی بات کے معنیٰ

راست گفتاری اور سچی بات کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ جو بات کی جائے وہ حقیقت اور واقعہ کے مطابق ہو، زبان دل کی ترجمان ہو اور قول و عمل میں یکسانیت ہو۔ پس اگر گفتگو میں ان تین امور کا لحاظ رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ معاشرہ میں ایک دوسرے پر اعتماد و ایس دین میں اعتبار اور معاملات میں صفائی کی فضا پیدا ہوگی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ماحول نفاق و بدگمانی سے پاک ہو جائے گا اور دنیا جنت نظیر بن جائے گی۔

۲۔ ایفائے عہد

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝

عہد کو پورا کرو۔ بے شک عہد کی باز پرس ہوگی۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم

مذکورہ آیت کے حاشیہ میں تصریح کی ہے کہ اس میں سب عہد داخل ہیں خواہ اللہ سے کئے جائیں یا بندوں سے بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی کو قول و قرار صلح کا دے کر بد عہدی کرنا اس کا وبال ضرور پڑتا ہے۔

لہٰذا

کوزہ میں دریا بند کرنے کے مصداق تمام دین حق خلاصہ اس ایک نصیحت و ہدایت میں آگیا۔ مقصد صاف واضح ہے کہ اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے تمام دوسرے بندوں اور اعزہ و اقربا وغیرہ سے کئے گئے وعدوں کو پورا کیا جائے مذکورہ حدیث میں رحمت دو عالم نے وفائے عہد کی سخت تاکید فرمائی ہے وعدہ کرنا اور مکر جانا، عہد کرنا اور توڑ دینا شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی ایک علامت یہ بھی بتائی ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا۔ قرآن عزیز میں اللہ جل شانہٗ نے یہودیوں کی تباہی و بربادی کے اسباب گنواتے ہوئے اکثر مقامات پر ان کی عہد شکنی کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تاریخی غداریوں، بد عہدیوں، سرکشیوں اور نافرمانیوں کو ان کی ذلت و رسوائی کا سبب قرار دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں عہد شکنی کی لعنت سے بچائے، اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے، ایفائے عہد کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے مخلص بندوں کی فہرست میں شامل کرے۔ آمین۔

اخلاق کی بنیادی خوبی

محترم حضرات! درحقیقت اگر غور کیا جائے تو شرعی اور عام معاشرتی دونوں اعتبار سے انسان کے اخلاق کے اچھے ہونے کی سب سے بڑھ کر بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے عہد، قول و اقرار اور وعدے کا پورا پورا پابند رہے۔ اس کی اپنی ذاتی زندگی کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کے ساتھ اُسے واسطہ پڑتا ہے عہد کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے

عہد کی مختلف صورتیں

چونکہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات اوپر بیان ہو چکی ہے کہ اس حکم میں سب عہد شامل ہیں، خواہ اللہ سے کئے جائیں یا بندوں سے اس لئے عہد کی مختلف صورتوں کا اجمالی بیان نہایت ضروری ہے

محترم حضرات! کسی ذی شعور اور عقلمند آدمی سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان کا معاہدہ اپنے رب کے ساتھ ہو یا دوسرے انسانوں کے ساتھ اس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ روز مرّہ کی زندگی میں ہمیں اللہ تعالےٰ سے، اپنے بھائی بندوں سے، عزیز و اقارب سے اور عام انسانوں سے بہت سے وعدے کرنے پڑتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وعدوں سے مراد وہ ذمہ داریاں ہیں جنہیں پورا کرنا ہم اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں مثلاً

اللہ تعالےٰ سے ہم نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ہمارا خالق اور معبود ہے۔ ہم اسی کی عبادت کریں گے۔ ضرورت کے وقت اسی کو پکاریں گے، اُسے واحد اور مختار سمجھیں گے اس کے علاوہ کسی کو حاجتیں پوری کرنے والا اور مشکلیں آسان کرنے والا نہیں سمجھیں گے۔ سرنیاز جھکائیں گے تو فقط اس کے آگے ...... اور اپنے جسم میں اور گرد و پیش اگر حقیقی حاکمیت تسلیم کریں گے تو صرف اسی کی۔ وہ بے نیاز ہے ہم سب اُس کے محتاج ہیں، وہ رازق ہے ہم سب مرزوق ہیں۔ وہ معبود ہے ہم عابد ہیں، وہ مالک ہے ہم مملوک ہیں، وہ شہنشاہِ حقیقی ہے اور ہم اُس کی رعایا ہیں وہ ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک ہے اور ہم اس کے حقیر و ناچیز بندے ہیں۔ اب ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے اس وعدے کو پوری طرح نبھائیں اور اس سے کسی حالت میں روگردانی نہ کریں

اسی طرح ہم نے اپنے بھائی بندوں سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ بزرگوں کی خدمت اور فرمانبرداری، اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت، درستی و اخلاق اور اصلاحِ احوال کی پوری کوشش کریں گے۔ رشتہ داروں اور عزیزوں کی مالی امداد کریں گے، عوام سے ہمارا یہ معاہدہ ہے کہ معاشرہ میں یتیم، مسکین، غریب، محتاج، مسافر، قیدی اور مجبور انسانوں کی ضروریات کا احساس کریں گے، ان کی امداد کریں گے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بوقت بیعت اُن کے متوسلین نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم بھی بتائیں گے اس کی تابعداری کریں گے اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے کھانے پینے زندگی کے ہر ہر گوشے اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کریں گے،

ہر گھڑی اور ہر آن ذکر اللہ میں شاغل رہیں گے اور اپنا کوئی سانس یاد الٰہی سے غافل نہ جانے دیں گے۔ نماز پنجوقتہ عین وقت پر اور با جماعت ادا کریں گے، کسی متنفس کو اپنے قول و فعل سے دکھ اور ایذا نہیں پہنچائیں گے۔ چنانچہ ہمیں چاہیئے کہ اس عہد کو ہر گھڑی سامنے رکھیں، اسے پوری طرح نبھائیں اور کسی حالت میں بھی اس سے غفلت نہ برتیں۔ اس کے علاوہ ہمارے اوپر یہ ذمہ داری بھی ہے کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے یا جہاں ہم ملازم ہیں وہاں سے حاصل کی ہوئی تنخواہ اور معاوضہ کے بدلے پوری ایمانداری اور دیانتداری سے کام کریں۔ کسی رو رعایت کو جائز نہ سمجھیں۔ علماء و مشائخ نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ مسند رشد و ہدایت کی عظمت کو برقرار رکھیں گے، امت مسلمہ کی اصلاح کی مقدور بھر کوشش کریں گے، خدا سے مانگ کر کھائیں گے، اسی کے توکل اور بھروسہ پر زندگی گذاریں گے، اپنے خوف

خطر ہوکر کلمۂ حق سنائیں گے، اس راہ میں آنے والے تمام مصائب ومشکلات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں گے۔ اور اس عزم واستقلال اور ہمت ویقین کے ساتھ منزل مقصود کی طرف بڑھیں گے کہ ؎

ترکِ جان وترکِ مال وترکِ سر
در طریقِ عشق اول منزل است

بغرض معلوم یہ ہوا کہ ہم نے اپنی عملی زندگی میں بے شمار انسانوں سے کوئی نہ کوئی وعدہ کر رکھا ہے اور بے شمار ذمہ داریوں کو پورا کریں اور پوری دیانتداری اور احسن طریقہ سے اس طرف توجہ دیں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج اکثر انسان اس معاملہ میں بہت پست ہو گئے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں عہد کی پاسداری کا خیال نہیں کرتے، حکام، عوام سے وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن ایفا نہیں کرتے، عوام، حکام کو خیر خواہی کا یقین دلاتے ہیں لیکن دغا بازی سے نہیں چوکتے، حکومتیں بدلتی ہیں تو خوش نما عزائم کے پر فریب جال عوام کے سامنے بن دیتی ہیں اور وقت آتا ہے تو تمام وعدے وعید عنت ربود ہو جاتے ہیں، وعدہ کو وعدہ ہی نہیں سمجھتے خود رہنمایانِ قوم اور ممبرانِ اسمبلی جو ہمارے ہی ووٹوں سے اقتدار کی مسند پر متمکن ہوتے ہیں اُن کا دامن بھی اس سلسلے میں داغدار ہے اور وہ بھی قوم سے کئے گئے وعدوں کو ممبر بنتے ہی فراموش کر دیتے ہیں اور حد یہ ہے کہ قومی وملکی معاہدے بھی اسی .... وقت تک قائم رہتے ہیں جب تک بس نہیں چلتا اور مقصد برآری ہوتی رہتی ہے۔ جونہی طاقت حاصل ہوتی ہے یا مقصد پورا ہو جاتا ہے تمام تحریری معاہدے توڑ دیئے جاتے ہیں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کی تعمیل کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم حضور علیہ السلام کے معین کردہ راستے پر گامزن ہوکر فوزِ عظیم کے مستحق ٹھہریں۔

یاد رکھیئے! صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہی دنیا امن وعافیت کا گہوارہ بن سکتی ہے اور سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسا منشور ہے جس کی روشنی میں اصلاحِ معاشرہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے۔

(باقی باقی)

بقیہ: مکتوب مولانا حبیب اللہ مدنی

قیام پذیر ہیں۔ اور حسب معمول اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول ہیں۔ بڑی خوش باش مسرور وشاداں وفرحاں بڑی پرسکون فضا بڑا پر بہار منظر بڑی دلکشا کیفیت ہے جس کو دیکھ کر دل کی خوشی اور مسرت کی انتہا نہیں رہتی۔

اتنے میں خواب سے میری آنکھ کھل گئی اس خواب کی تعبیر میں نے یہ سمجھی کہ انشاء اللہ العزیز مرحومہ ومغفور والدہ ماجدہ صاحبہ رحمہا اللہ کو بھی اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے مقربین بارگاہ الٰہی کے گروہ میں شامل فرمالیا ہے۔ صدق اللہ العلی العظیم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثیٰ بعضکم من بعض... آلآیۃ۔ (سورۃ آل عمران)

مرحوم ومغفور لہٗ اعلحضرت قبلہ اباجان رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اوقات دینی خدمات جلیلہ میں مشغول تھے۔ دینی خدمات کے انہماک کی وجہ سے وہ دنیوی اشغال سے منقطع تھے۔ دنیوی اشغال سے انقطاع کی وجہ سے ان کی گذر بسر اور دنیوی معیشت اس طرح منظم اور باقاعدہ مرتب نہیں تھی جس طرح عام دنیا داروں کی ہوتی ہے۔ عسر اور یسر کے دور اکثر وبیشتر آجاتے تھے رزق میں کشائش اور تنگی پھر کشائش اور تنگی حتی کہ فاقوں تک نوبت آجاتی تھی۔ لیکن تمام سازگار اور ناسازگار حالتوں میں والدہ مرحومہ نے حق رفاقت نباھا۔ رزق کی تنگی کی وجہ سے کبھی بھی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں لائیں۔ ہمیشہ صبر وشکر ان کا شیوہ وشعار تھا۔ گھر کی ضروریات کے لئے کبھی بھی روپیہ پیسہ کا ان سے مطالبہ نہیں کیا۔ اللہ نے جو رزق دیا اسی پر قناعت کی رزق کی بہتات کی دل میں مطلق حرص نہیں تھی۔

والدہ مرحومہ کی اس سیر چشمی اور قناعت نفس نے اباجان رحمۃ اللہ علیہ کو دینی خدمات میں بڑی مدد پہنچائی۔ قبلہ آبا جان رحمۃ اللہ علیہ والدہ مرحومہ کی اس اخلاقی خوبی کے ہمیشہ معترف رہے۔ اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ دین میں سب سے میری مدد تمہاری والدہ نے کی ہے۔ اگر تمہاری والدہ کی طبیعت میں دنیا کی طمع اور حرص ہوتی اور وہ مجھ کو گھر کی ضروریات کے لئے روپیہ پیسہ کے لئے شدید مجبور کرتی تو میں بھی کہیں نوکری کرتا۔ کسی سکول کا ٹیچر۔ کسی کالج کا پروفیسر یا کسی مطبع میں تصحیح کا کام کرتا پھر دینی خدمات تو نہ کرسکتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ والدہ مرحومہ کے اس ایثار وقربانی کو اللہ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل ہوا ہے اور اس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو بھی بارگاہ الٰہی کے برگزیدہ گروہ میں شامل فرمالیا ہے

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

حضرات والدین ماجدین مرحومین مغفورین اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک ان میں آفتاب اور ماہتاب تھا۔ آفتاب کی روشنی سے محراب منبر اور مسجد کی رونق وآبادی تھی اور ماہتاب کے نور سے گھر کی آبادی اور روشنی تھی

انا للہ وانا الیہ راجعون

آج ہم پسماندگان ومتوسلین دونوں کے نور سے محروم ہوگئے۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ اللھم لا تحرمنا اجرھما ولا تفتنا بعدھما

تمام اعزہ واقرباء کو میری طرف سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

(والسلام مع الاکرام)

سید الاتقیا، اسوۃ الصلحا، مہاجر مدنی حضرت مولانا حبیب اللہ مدظلہ العالی کا

مکتوبِ حبیب

۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۸۳ھ ۷ رنومبر ۱۹۶۳ء یوم الخمیس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد!

حضرت المکرم جناب ماموں جان ڈاکٹر عبدالقوی صاحب لقمان زید مجدکم

سلام مسنون — مزاج اقدس

حبیب اللہ - از المدینۃ المنورۃ فضلا من اللہ نعمتہ بخیر و عافیۃ وصحۃ وسلامۃ اور ہر طرح سے خوش وخرم ہوں الحمد للہ رب العالمین رحمت الٰہی سے یقینی توقع ہے کہ انشاء اللہ العزیز آپ سب حضرات بھی میری ہی طرح مع الخیر ہونگے یوم السبت ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۲ر نومبر ۱۹۶۳ء کو حضور والا کا مکرمت نامہ محررہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۸ راکتوبر ۱۹۶۳ء باعث سرفرازی ہوکر کاشف حالات محررہ ہوا آپ تو اس حقیقت سے خوب باخبر ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

ھوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورًا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق اللہ ذلک الا بالحق یفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون - ان فی اختلاف الیل والنہار وما خلق اللہ فی السمٰوٰت والارض لاٰیٰت لقوم یتقون — سورہ یونس آیت ۵ - ۶

ان آیات کریمہ پر مغفور لہٗ اعلیحضرت شیخ التفسیر قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کا حاشیہ ہے آیت ۵ - پر تحریر فرماتے ہیں - جس طرح سورج اور چاند اس نے بنائے تاکہ تم ان کی روشنی سے فائدہ اٹھاؤ - اور کاروبار چلا سکو - اسی طرح سمجھ لو کہ اس نے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے مقربین الٰہی بھیجے - تاکہ تم روحانی ضروریات میں ان کی روشنی سے کام لو (لتعلموا عدد السنین والحساب) اور جس طرح سورج اور چاند ہی سے سالوں کی گنتی معلوم ہوتی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آمد کے بعد مراتب روحانیت اور قرب ولعبد الٰہی کے مدارج کا پتہ چلتا ہے - البتہ ان باتوں کو سمجھدار ہی سمجھ سکتے ہیں - آیت ۶ - پر تحریر فرماتے ہیں - جس طرح رات کے بعد دن آتا ہے - اور دن کے بعد رات آتی ہے اسی طرح روحانی لیل ونہار بھی ہے - ایک وقت آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور آفتاب روحانی غروب ہو جاتا ہے ... الخ

عرصہ ہوتا ہے میں نے خواب میں دیکھا کہ لاہور مسجد لائن سبحان خاں اندرون دروازہ شیرانوالہ میں گیا ہوں اور میں مسجد کے حوض کے ایک حصہ پر کھڑا ہوں جہاں پر پانی کا نلکا حوض میں گرتا ہے - مسجد کا حوض میری دائیں طرف ہے - ساری مسجد میری بائیں طرف ہے اور میرا چہرہ مغرب کیطرف ہے عصر کی نماز کا وقت ہے - اذان ہو چکی جماعت کھڑی ہونیوالی ہے حسب معمول لوگ آرہے - کچھ لوگ وضو کرکے نماز عصر سے قبل کی سنتیں غیر راتبہ پڑھ چکے ہیں - کچھ لوگ سنتیں پڑھ رہے ہیں اور بعض ابھی وضو کر رہے - سورج اپنی پوری تابانی پر ہے - دن خوب صاف اور روشن ہے افق پر کسی قسم کا کوئی بادل یا غبار وغیرہ نہیں - اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ یکایک سورج کو گرہن لگ گیا اور بڑی ہی سرعت سے گویا کہ ایک آدھ سیکنڈ میں نہایت ہی سیاہ تاریک رات ہوگئی -

اس طرح غیر معمولی طریقہ سے رات کا آنا تمام لوگوں کے سخت خوف وہراس کا باعث ہوا - لوگ نہایت ہی خوفزدہ دل شکستہ اور سخت پریشانی کی حالت میں بھاگنے لگے - اسی قلق و اضطراب میں میری آنکھ کھل گئی - میں نے اس خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ افق لاہور پر اللہ تبارک تعالیٰ نے جو آفتاب ہدایت پیدا روشن فرمایا تھا - آج اس کو گرہن لگ گیا اور وہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا - اب اہل لاہور اس آفتاب کے نور سے استفادہ کرنے سے محروم ہوگئے معلوم ہوتا ہے کہ ابا جانؒ کا وصال مع اللہ ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

اب قریب ایام میں خواب میں دیکھتا ہوں - کہ نہایت ہی پربہار موسم ہے - رات کا وقت ہے چاند کی چاندنی خوب چھٹک رہی ہے - بڑی سہانی رات ہے - سرور وطمانیت کی بڑی ہی دلکش فضا میں تاثیر ہے - عجیب ایک رونق اور شادمانی ہے کہ یکایک چاند زمین پر گرا - اور گرتے ساتھ ہی غائب ہوگیا - تمام رات یکایک تاریک ہوگئی تمام سرور وافراح متبدل بہ احزان وہموم ہوگئے - سخت پریشانی کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی - میں فوراً سمجھ گیا کہ مرحومہ ومغفورہ والدہ ماجدہ صاحبہ رحمہا اللہ کا انتقال پر ملال ہوگیا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے اس حادثہ الیمہ کی مجھ کو اطلاع دی جارہی ہے -

جو اطلاع اللہ تبارک کی طرف سے مجھ کو پہلے ملی تھی بعد کو اپنے اعزہ کے خطوط اور اخبارات سے اس کی تصدیق ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم لا تحرمنا اجرہا ولا تفتنا بعدہا - آمین اللھم اغفرلنا ولہا -

دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہونے والوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ واقعہ میں تین قسمیں بیان فرمائی ہیں - دو قسمیں اہل نجات کی اور تیسری اہل ہلاک کی - وکنتم ازواجا ثلاثۃ ... فاما ان کان من المقربین ... فروح وریحان وجنت نعیم (پھر جب قیامت آئے گی) اگر وہ مقربین میں سے ہے (تو اس کے لئے) راحت اور خوشبوئیں اور عیش کے باغ ہیں - مرحوم ومغفور لہٗ اعلیحضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کی تربت مبارک سے خوشبو کافی دنوں تک مہکتی رہی جس کا ہزارہا لوگوں نے مشاہدہ کیا - بعض عینی شاہدوں نے مجھ سے بھی بیان کیا - مولانا السید ابوالحسن علی صاحب ندوی اور مولانا دوست محمد صاحب نے حرمین الشریفین میں تذکرہ کیا - علاوہ ازیں اخبار زمیندار کا ضمیمہ بھی میری نظر سے گزرا جس میں اس اکرام ربانی کا بالتفصیل ذکر خیر تھا - قرآن شریف کی نص صریح کے مطابق کیا معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ العزیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کو مقربین بارگاہ الٰہی کے گروہ میں شامل فرمایا ہے

چند دن ہوئے ہیں کہ خواب میں دیکھتا ہوں ایک نہایت ہی پرفضا مقام ہے - بہت ہی سرسبز وشاداب وادی ہے - اس میں ایک مختصر سا چھوٹا سا مکان ہے - اس مکان کے چاروں طرف اندر اور باہر سفید چنبیلی کے پھولوں کی بیلیں اس کثرت سے ہیں کہ مکان کی تمام دیواریں باہر والی اور اندر والی انہی سے ڈھک گئی ہیں - دیوار کا کچھ حصہ بھی نظر نہیں آتا - ان بیلوں پر اس کثرت سے چنبیلی کے پھول ہیں کہ مکان کے باہر اور اندر والی دیواریں پھولوں کی کثرت کی وجہ سے سفید ہی سفید نظر آرہی ہیں - ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ چنبیلی کے پھولوں کی اتنی پیاری اور عمدہ خوشبو اس کثرت سے ہے کہ اس وجدانی اور ذوقی کیفیت کو الفاظ سے ادا کرنا محال ہے - فوق القیاس اور برون از وہم - اس مکان میں مرحومہ ومغفورہ والدہ ماجدہ صاحبہ رحمہا اللہ

باقی ص ۱۸ پر

۲۹ نومبر ۱۹۶۲ء

خدام الدین لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء